عرفانیاتِ باقی

مجموعۂ کلامِ بلاغت نظام

حضرت خواجہ محمد عبد الباقی المعروف بہ خواجہ بیرنگ باقی باللہ

تالیف و ترتیب

از

سید نظام الدین احمد کاظمی حیرت

تقریظ کتاب از حضرت علامہ شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروردگار جل شانہ وعم احسانہ جناب سید نظام الدین احمد حیرت کاظمی را اجرہا عنایت فرماید کہ ایشان اولاً با این فقیر سعیہا کردند تا کلام حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ را از نسخہای متعددہ جمع نمودند و بار آن را بہ سعی زیاد بہ حلیۂ طباعت آراستہ کردہ ہدیۂ ارباب قلوب و اہل صفا ساختند و با این مجموعۂ نفیسہ کہ

زہر یک نقطہ اش چوں سنبل تر — شمیم وصل جاناں می زند سر

عکس مکتوب گرامی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ نیز شامل کردند. این مکتوب شریف بدست مبارک خاص حضرت امام ربانی نوشتہ شدہ است کہ در دفتر اول مکتوبات قدسی آیات مکتوب دو صد و سیزدہم می باشد این مکتوب مبارک از انفس ذخائر طیبہ است کہ از آباء و اجداد کرام عالی مقام قدس اللہ اسرارہم و رحمہم و رضی عنہم بہ این فقیر رسیدہ است و نزد وے محفوظ است والحمد للہ الذی تتم بنعمتہ الصالحات والصلاۃ والسلام علی حبیبہ سید الکائنات وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

زید ابوالحسن فاروقی مجددی
خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمہ اللہ ـ چتلی قبر دہلی

چہار شنبہ ۸ صفر ۱۳۹۰ھ
۱۵ اپریل ۱۹۷۰ء

ای عزیزان دیدہ ہا روشن کنید

مکتوب شریف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

بنام حضرت خواجہ [illegible] بدست مبارک ایشان

این مکتوب شریف در جلد اول مکتوبات امام ربانی [illegible] موجود است

بحرمت جدکم الامجد علیہ وعلی آلہ الصلوات
والتسلیمات

قال اللہ سبحانہ وتعالی هل جزاء الاحسان الا الاحسان
نمی داند کہ احسان شما را بکدام احسان مکافات نماید فقیر
اینکہ در اوقات نیک بدعای سلامتی دارین رطب اللسان
باشد الحمد للہ سبحانہ والمنة کہ این معنی بی خواهش میسر است
واحسان دیگر کہ لائق مکافات است موعظت وتذکیر است
اگر در معرض قبول افتد چہ نعمتی است خطاب [illegible]
خلاصہ مواعظ ومنبع نصایح اختلاط وانبساط با اهل بدعت
واجتناب [illegible] است [illegible] مربوط بسلوک
[illegible] اهل سنت وجماعت اند کہ فرقہ ناجیہ اند [illegible]
اسلامیہ نجات [illegible] متابعت این بزرگواران
محال است [illegible] این اتباع [illegible] لایق عقلی
ونقلی [illegible] بر معنی [illegible] کہ احتمال تخلف [illegible]
اگر معلوم شود کہ شخصی برابر دانہ خردلہ از صراط مستقیم
این بزرگواران جدا افتادہ است صحبت او را سم قاتل
باید فهمید ومجالست او را از جراحی باید [illegible]
علمای [illegible] از هر فرقہ کہ باشند [illegible]
از صحبت اینها نیز از ضروریات است این همہ فتنہ وفساد
کہ در دین پیدا شدہ است از شومی اینجماعہ است [illegible]
دنیوی آخرت را برباد دادہ اند اولئک الذین اشتروا
الضلالة بالهدی فما ربحت تجارتهم وما کانوا مهتدین
[illegible] لعین را شخصی دید کہ آسودہ وفارغ [illegible]
نشستہ است ودست از اغوا واضلال کوتاہ کردہ

شامل کتاب عرفانیات باقی

سلسلۂ مطبوعات "شاہ ابوالخیر اکاڈمی" دھلی

نمبر ۳

عرفانیاتِ باقیؒ

یعنی مجموعۂ کلام معارف نظام حضرت خواجہ باقی باللہ

مع احوالِ کرامت منوال بزبان اردو از حضرت علامہ

شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددی و بیانِ احوالِ بدایت و

نہایت حضرت خواجہ بزبانِ فارسی از "زبدۃ المقامات"

مرتّب و ناشر

سید نظام الدین احمد کاظمی حیرت رام پوری

قیمت فی جلد چار روپے پچاس پیسے، مجلد پانچ روپے

مطبوعہ خواجہ برقی پریس جامع مسجد دہلی ۶

فہرستِ مندرجاتِ کتاب

ابتدا کتاب میں حضرت امام ربانی کی مقدس تحریر کا عکس اور آخر میں حضرت خواجہ باقی کے مزار فیض آثار کے قدیم وجدید دو نقشے بنظر تبرک شامل ہیں۔

[illegible] محفوظ ہیں

سپاس و تشکّر

اللہ جل شانہٗ و عم نوالہٗ کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ
مجھ ایسے بے بضاعت اور کم سواد کو عرفانیاتِ باقی کی ترتیب تدوین
اور تصحیح و اشاعت کا شرف بخشا اور آج حضرت خواجہ باقی باللہ
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نادر و نایاب کلام کا یہ رُوح پرور اور
دلنواز مجموعہ قارئینِ کرام کے پیشِ نظر ہے۔

اے خدا قربانِ احسانت شوم

میری یہ کوشش ہرگز منظرِ عام پر نہ آتی اگر مخدوم
مکرّم فاضلِ یگانہ حضرت علامہ شاہ زید ابو الحسن فاروقی مدظلہ
العالی سجادہ نشین خانقاہ حضرت شاہ ابو الخیرؒ کی رہنمائی اور
دستگیری شاملِ حال نہ ہوتی۔ میں اس کرم فرمائی کے لیے
حضرت شاہ صاحب موصوف کا بصمیم قلب شکر گزار ہوں۔

کرم کردی الٰہی زندہ باشی

دراصل عرفانیاتِ باقی کی ترتیب و تدوین آپ ہی کے فیضِ صحبت
اور شفقت و مرحمت کا ثمر ہے۔ ورنہ

صلاحِ کار کجا و منِ خراب کجا

سپاس گزار

حیرت کاظمی

نذرِ مُستحسن

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کے بلند پایہ معارف پرور کلام کا نادر و نایاب مجموعہ جو ہندوستان میں پہلی بار "عرفانیاتِ باقی" کے نام سے یہ خاکسار پیش کر رہا ہے، بہ کمالِ خلوص و ادب نقیب الاولیا جناب صاحبزادہ محمد مستحسن صاحب فاروقی سجادہ نشین خانقاہِ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی و مدیر ماہنامہ آستانہ کے ملاحظہ میں ہدیۃً پیش کرتا ہے۔

بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من
کہ گُل بہ دستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

عقیدت کیش

حیرت کاظمی

پیش لفظ

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مشہور اور اثر آفریں شعر ہے :-

می گذشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں
عالم آشوب نگاہی سر راہم بگرفت

درحقیقت اسی "عالم آشوب نگاہ" نے حضرت خواجہ کے قلب و جگر کو سوز و گداز محبت اور نور معرفت عطا کیا۔ یہی سوز و گداز محبت اور نور معرفت ہے جو حضرت کے کلام منظوم میں درد و تاثیر اور عرفان و آگہی کی ایک دنیا سموئے ہوئے ہے۔

حضرت خواجہ باقی کا یہ مجموعۂ کلام جو "عرفانیات باقی" کے نام سے پیش نظر ہے بلاشبہ صداقت، حقانیت عشق و محبت تصوف و روحانیت علو معانی، سلاست زبان و رحلاوت بیان کا مظہر اتم ہے۔

حقیر راقم الحروف کو حضرت خواجہ کی جلالت قدر اور محاسن کلام نے یہ آرزو بخشا کہ حضرت کا کلام بلاغت نظام آپ کی سیرت و سوانح کے ساتھ شائع کیا جائے۔

شروع میں کلام باقی کا جو قلمی نسخہ میرے پیش نظر رہا اور اس کو میں نے اپنے لئے نقل بھی کیا وہ حضرت جی صاحب گوالیار کے کتب خانہ کا قلمی نسخہ تھا۔ (کتابت سن ۱۲۰ ھ) یہ نسخہ اگرچہ ناقص و غلط تھا لیکن اس وقت کوئی اور صحیح و کامل نسخہ معلوم و دستیاب نہ تھا، جب یہ نسخہ نقل کر لیا اور اسے بامعان نظر پڑھا تو معلوم ہوا کہ نامکمل اور اغلاط سے پر ہے۔ اس لئے طے پایا کہ جب تک کوئی صحیح و کامل نسخہ دستیاب ہو کر کلام کی تصحیح و تدوین تسلی بخش طریقہ پر نہ ہو، اسے شائع نہ کیا جائے۔ چنانچہ تین سال تک کلام کی طباعت و اشاعت عمل میں نہ آسکی۔ بالآخر حضرت

مولانا شاہ زید ابو الحسن فاروقی مدظلہ العالی کے تلاش و تفحص کی بدولت یہ مشکل حل ہوئی۔

الحمد للہ کہ اب مندرجہ ذیل نسخوں کے پیشِ نظر حضرت خواجہ کا کلام کامل وثوق و اعتماد کے ساتھ ہدیۂ قارئینِ کرام ہے۔

نسخوں کے لفظی اختلافات ہر صفحہ پر اشعار کے ذیل میں ظاہر کر دیئے ہیں۔

۱۔ نسخۂ خطی کتب خانہ حضرت جی صاحب گوالیار بخط نربت سنگھ کا یستھ۔ تاریخ اختتام کتابت بستم ذی الحجہ ۱۱۲۰ھ۔

۲۔ نسخۂ دوم خطی کتب خانہ حضرت جی گوالیار۔ یہ نسخہ پہلے نسخہ کے مقابلہ میں کامل اور خوشخط ہے۔

۳۔ نسخۂ خطی کتب خانہ حضرت شاہ زید ابو الحسن فاروقی مدظلہ العالی بخط سید راحت علی امروہوی نقشبندی در ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

۴۔ نسخۂ خطی آزاد لائبریری علی گڑھ حبیب یار جنگ سیکشن نمبر ۲۱/۹۸ ق محررہ ۱۱۰۱ھ یہ نسخہ سابق الذکر تمام قلمی نسخوں سے باعتبار قدامت و صحت مقدم و ممتاز ہے۔ لیکن بے ترتیب ہے۔ اور مثنوی گنجِ فقر کے کچھ اوراق ضائع ہو گئے ہیں۔

۵۔ زبدۃ المقامات (مولفہ مولانا ہاشم کشمی ۱۰۳۷ھ) یہ کتاب حضرت خواجہ کے حالاتِ زندگی سے متعلق ایک مستند دستاویز ہے۔ اس میں حضرت کے بہت سے اشعار بھی منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مختلف کتب خانوں میں کلامِ باقی کے جو مجموعے موجود ہیں وہ حقیقتاً حضرت خواجہ ہی کے کلام پر مشتمل ہیں۔

۶۔ مطبوعہ نسخۂ مثنوی حضرت خواجہ باقی۔ مولفہ مولوی احمد حسین نقشبندی امروہوی طبع شدہ ۱۳۲۶ھ در محمود پریس حیدر آباد دکن۔

اس نسخہ میں صرف مثنوی گنجِ فقر، تاریخ تولد خواجہ عبداللہ و خواجہ عبیداللہ اور ساقی نامہ (ناتمام) طبع ہوا ہے۔

خاکسار حیرت کاظمی

"چوں بہندوستان آمدم صحبت اُفتاد مرا با خواجہ خواجگان محمد باقی نقشبندی، مدتی مشق نسبت خواجگان کردہ طریقہ مراقبہ و ذکر و رابطہ و حضور و یادداشت حاصل نمودم"

"وکان الداعی الیہا و مرشد الطالبین فی بلدنا ھذا الشیخ العارف الکامل سرہ الاعظم ونورہ الاتم سیدنا ومولانا خواجہ محمد الباقی قدس سرہ الاصفی وھو من مشائخنا فی ھذا الطریق"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(ماخوذ از رسالہ وصیت والمکاتیب)

"امروز قائمقام ایں حضرات علیہ و نائب مناب اکابر نقشبندیہ اَلْوَاصِلُ اِلَی النِّهَایَةِ، اَلْبَالِغُ اِلٰی اَقْصٰی دَرَجَاتِ الْوِلَایَةِ، قُطْبُ دَائِرَةِ مَدَارِ الْخَلَائِقِ، کَاشِفُ اَسْرَارِ اَهْلِ الْحَقَائِقِ، اَلْفَرْدُ الْکَامِلُ فِی الْمَحَبَّةِ الذَّاتِیَّةِ، اَلْمُحَقِّقُ الْجَامِعُ لِکَمَالَاتِ الْوِلَایَةِ الْمُحَمَّدِیَّةِ، مُسْنَدُ اَهْلِ الْاِرْشَادِ وَالْهِدَایَةِ، مُرْشِدُ طَرِیْقِ دَرْجِ النِّهَایَةِ فِی الْبِدَایَةِ، زُبْدَةُ الْعَارِفِیْنَ، قُدْوَةُ الْمُحَقِّقِیْنَ ۔

شرح او حیف است با اہل جہاں ہمچو راز عشق باید در نہاں !
لیک گفتم وصف او تا رہ برند پیش آں کز فوت او حسرت خورند

شَیْخُنَا وَ مَوْلَانَا وَ مَلَاذُنَا الشَّیْخُ الْاَجَلُّ وَالْعَارِفُ الْاَکْمَلُ مُحَمَّدُ الْبَاقِیْ اَبْقَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَسَلَّمَهٗ ۔

(از مکاشفات غیبیہ[1] صفحہ ۱۵ قلمی)

"شکر ایں نعمت بجا می آورد کہ اگرچہ بشرف صحبت خیر البشر علیہ و علٰی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات مشرف نشدہ۔ بارے از سعادت ایں صحبت[2] محروم نماندہ"

(از مبدا و معاد صفحہ ۵۹ قلمی)

---

(۱) "مکاشفات غیبیہ" اور "مبدا و معاد" دونوں کتابیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی تصنیفات میں سے ہیں۔ (۲) مراد از صحبت پیر طریقت حضرت خواجہ باقی قدس سرہ ۱۲

"خواجہ باقیؒ در ہند مقتدائی صوفیا ربودند
از ارشادِ ایشاں عالمی بہ منزلِ مقصود رسید"

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی
(منقول از الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ)

"خواجہ باقی باللہ دران عہد مقتدائی زمان بود، صفاتِ ذاتی وکسبی وخوارقِ ایشان زیادہ ازان است کہ بزبانِ قلم دادہ شود اکثر درانزوا گذرانندہ با مخلوق کم می جوشیدند و از اکثرِ علوم عقلی ونقلی بہرۂ تمام داشتند"

(از تاریخ خافی خان[۱] صفحہ ۲۴)

---

(۱) اصل نام محمد ہاشم تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کا ایرانی الاصل مشہور مورخ ہے۔ "منتخب اللباب" جو تاریخ خافی خاں کے نام سے معروف ہے۔ اسی کی تصنیف ہے۔ اس میں بابر شاہ کے دورِ حکومت سے محمد شاہ کے عہد تک صحیح حالات لکھنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔
حیرت کاظمی

مُختصر احوالِ کرامتِ منوال

قبلۂ راستان و کعبۂ حق پرستان خواجۂ خواجگان قطبِ جہان مُؤیدِ الملّۃ والدین الرضی ابوالوقت محمد الباقی، معروف بہ حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدّس اللہ سرّہٗ و رضی عنہ وافاض علینا من برکاتہ

آپ کے احوالِ شریفہ کو مختصر طور پر سب سے پہلے آپ کے ایک پاک دل مرید نے قلم بند کیا ہے۔ اس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ البتہ جو مرثیہ اس نے اپنے پیر و مرشد کا لکھا ہے اس میں اپنا نام رُشدی لایا ہے[1]۔ یہ اس کا تخلص ہے یا نام اللہ اعلم۔ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت سے سُنا ہے۔ افسوس کہ حضرت کی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس کے بعد کتاب برکات الاحمدیۃ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا درجہ ہے۔ ان دونوں کتابوں کے مصنف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔

---

(۱) چنانچہ کہتا ہے رُشدی ازاں نفس کہ رُخِ خود نہفت دوست ۔ ساز طرب شکست ونوائے ترانہ مُرد ۔ رُشدی کا یہ اثر آفریں اور درد انگیز مرثیہ اس مجموعۂ شریفہ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں ۔ حیرت کاظمی

حضرت کے والد بزرگوار قاضی عبدالسلام سمرقند کے رہنے والے، پاک باطن اور صاحبِ علم و فضل تھے۔ آہ و بکا و تضرّع الی اللہ میں اکثر اوقات رہا کرتے تھے۔ سمرقند سے کابل تشریف لائے اور وہاں آپ کی والدۂ ماجدہ سے نکاح کیا۔ ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ[1] میں حضرت کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔ خوردسالی سے آپ پر آثار صلاح و بزرگی ظاہر تھے اور آپ کا میلان تجرید و تفرید و تبتل کی طرف تھا اسی زمانہ میں احیاناً ایسا بھی ہوا کرتا تھا کہ آپ کسی گوشۂ تنہائی میں سارا دن خاموشی میں گزار دیا کرتے تھے۔ جب آپ سن رشد کو پہنچے آپ نے علماء اعلام سے علم ظاہر حاصل کیا۔ آپ نے مولانا[2] صادق حلوائی کی شاگردی اختیار کی اور ان کی رفاقت میں کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے اور تھوڑے عرصہ میں امتیازی شان پیدا کر لی۔ ابھی کچھ کتابیں پڑھنی باقی تھیں کہ جذباتِ الٰہیہ کا غلبہ ہوا۔ اور آپ نے راہ سلوک اختیار فرمائی، ایک دن آپ کو ایک فاضل نے دیکھ کر کہا اگر کچھ دن اور آپ علم حاصل کر لیتے تو بہتر ہوتا، تاکہ آپ کی مولویت پایۂ کمال اور اکمال کو پہنچ جاتی۔ آپ نے عرض کیا کہ مولویت سے مراد مشکل متداول کتابوں کا حل کرنا ہے۔ میں بغیر کسی اوعلے کے کہتا ہوں کہ جس کتاب کا حل کرنا فضلاء کے نزدیک مشکل ہو میرے سامنے پیش کریں انشاء اللہ تسلی بخش طور پر حل کر دوں گا۔ صاحب زبدۃ المقامات

---

(۱) زبدۃ المقامات میں یہ دو سنہ لکھے ہیں۔ (۲) مولانا صادق حلوائی اپنے زمانہ کے مشہور فاضل اور نغز گو شاعر تھے۔ اکبر بادشاہ کے چھوٹے بھائی مرزا حکیم نے جو اس وقت کابل کا حکمران تھا انھیں کابل میں قیام فرمانے اور سلسلۂ درس شروع کرنے کیلئے متعین کیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ اسی زمانہ میں مولانا صادق کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوئے اور جب یہ کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ بھی آپ کے ہمراہ گئے (ماخوذ از تذکرۂ علمائے ہند و رود کوثر) حیرت کاظمی

لکھتے ہیں کہ مجھ سے مولانا صادق حلوائی کے شاگردوں میں سے ایک صادق القول فاضل نے کہا کہ جب ہم رفیقوں کو پتہ چلا کہ آپ نے علم ظاہری کی تحصیل سے علم باطن حاصل کرنے کی طرف عنان توجہ موڑ دی ہے تو ہم نے آپس میں کہا کہ آپ فطرۃً ایک باہمت جوان ہیں جس کام کی طرف آپ متوجہ ہوں گے یقیناً اس کو انجام تک پہنچائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

علم باطن اور خدا طلبی کا جذبہ عہدِ طفلی سے آپ کے پاک سینہ میں ودیعت ہوا تھا۔ آپ کو جہاں بھی کوئی پاک نفس خدا رسیدہ ملتا تھا آپ اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی صحبت اور انفاس قدسیہ سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں بلخ و بدخشاں گئے اور پھر ہندوستان تشریف لائے اور کشمیر بھی تشریف لے گئے اگر کوئی مجذوب الی اللہ ملتا تو اس کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے تھے۔ لاہور کے قرب و جوار میں ایک مجذوب رہا کرتا تھا۔ آپ پر ظاہر ہوا کہ وہ خدا رسیدہ ہے۔ آپ اس کے پاس جایا کرتے تھے کبھی وہ آپ کو دیکھ کر دوسری طرف کو مڑ جاتا تھا اور کبھی آپ کو سب وشتم دیا کرتا تھا اور کبھی پتھروں سے مارتا تھا لیکن آپ نے اس سے منہ نہ موڑا اور برابر اس کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک دن وہ دیوانۂ فرزانہ آپ پر مہربان ہوا، اپنے پاس بلا کر آپ پر نظر رحمت فرمائی اور آپ کے حق میں دعائیں کیں۔ رُشدی نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک مخلص سے فرمایا اگرچہ اربابِ سلوک کی طرح ریاضات شاقہ اور مجاہدات میں نے نہیں کئے ہیں البتہ انتظار اور قلق کی گھڑیاں بہت جھیلی ہیں۔ زبدۃ المقامات میں ہے کہ آپ نے فرمایا میری والدۂ ماجدہ بہت عجز و نیاز سے بارگاہ بے نیاز میں عرض کیا کرتی تھیں۔ اے پروردگار میرا فرزند تیری طلب میں سب سے الگ ہو چکا ہے۔ اس نے جوانی کی لذتوں سے منہ موڑ لیا ہے تو اس کی مراد پوری کر دے یا پھر مجھ کو زندہ نہ رکھ کیونکہ

اس کے قلق اور رنج دیکھنے کی طاقت مجھ میں نہیں رہی، آپ فرماتے ہیں کہ ان کی دعائے نیم شبی کی وجہ سے مجھ پر ابواب کشائش کھلے ہیں۔

آپ جب ہندوستان تشریف لائے اور آپ کے دوستوں کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو انھوں نے کوشش کی کہ آپ کو شاہ ہند کے عہدہ داروں کے زمرہ میں شامل کرا دیا جائے۔ لیکن سلطانِ جذباتِ الٰہیہ کے سامنے سب کی مساعی رائگاں گئیں۔ آپ کو مملکتِ دین اور متاعِ یقین کی سلطانی ملنی تھی۔ ان خرفات دینویہ سے آپ کو کیا لگاؤ ہوتا۔

آپ نے اپنا ابتدائی حال اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ "پہلی مرتبہ توبہ اور بیعت حضرت خواجہ عبید کے ہاتھ پر کی۔ آپ مولانا لطف اللہ کے خلیفہ تھے اور وہ مولانا خواجگی دہبیدی کے۔ چونکہ باطن میں رجوع کرنے کا خیال اور چھوڑنے کا عزم تھا اس لئے استقامت نہ ملی اور دوسری مرتبہ مولانا افتخار شیخ سے بیعت کی جو سمرقند میں قیام پذیر تھے اور خانوادۂ خواجہ احمد یسوی میں سے تھے۔ اگرچہ آنجناب کی مرضی نہ تھی اور آپ نے فرمایا تھا کہ ابھی تم جوان ہو لیکن میرے حضرت خواجہ باقی کے مصمم عزم کو دیکھ کر آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا۔ خدا تم کو استقامت دے۔ لیکن وہی ہوا جو کہ ان بزرگوار نے فراستہً فرمایا تھا۔ چنانچہ عجیب خرابیاں پیدا ہوئیں اور میرا عزم درہم برہم ہوا۔ اور میں بغیر کسی قصد اور ارادے کے حضرت امیر عبداللہ بلخی مدظلہ کی خدمت میں پہنچا اور تجدید بیعت کا ظہور ہوا۔ مصافحہ کے ساتھ ہی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوئی۔ امید ہے کہ اس عطیہ کے برکات یوم القیامۃ تک باقی رہیں گے۔ القصہ کچھ وقت تک حدود کی نگاہ داشت اور محافظت رکھی۔ لیکن اسم المضِلّ نے محافظت کے سدّ اور بند کو توڑ دیا۔

انجام کار ہدایت صمدیت سے خواب میں خواجۂ بزرگ حضرت بہاء الحق والدین سے بیعت نصیب ہوئی اور اہل اللہ کے طریق کا میلان ظاہر ہوا۔ اور بمصداق اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ۔ یعنی ڈوبنے والا ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے۔ میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا۔ اسی دوران میں بعض اکابر نے فرمایا کہ وہ ذکر مفید ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ اتصال پہنچے۔ جو طلب اور لگن لگی ہوئی تھی اس نے مجبور کیا کہ انہی حضرت سے ذکر اور مراقبہ کا طریقہ حاصل کیا۔ دو سال تک ان حضرت کے بتلائے ہوئے ذکر و مراقبہ و اوراد و سلسلہ پر قائم رہا اور ان کی مداومت کرتا رہا۔ کیونکہ ہم نے سُن رکھا تھا کہ جب تک سالک باندازۂ چہل سال لَآ اِلٰہَ کا میدان قطع نہ کرے اِلَّا اللہ کی منزل تک رسائی نہیں ہوتی۔ اور ہماری سادہ لوحی نے ہم کو اتنے قانع رکھا کہ ذکر میں زمانے کے گزرنے کو غنیمت سمجھتا ہوں اور انہی طور طریقوں پر عبادت کے قناعت کروں۔ اگرچہ اس دوران میں دوسرے طریقوں سے استفادہ کرنے کے متعلق اشاراتِ غیبیہ بھی ہوئیں لیکن میرا قدم (دوسرے سلسلوں سے استفادہ کرنے کے لئے) پوری طرح اپنی جگہ سے نہیں اٹھتا تھا اور ان بزرگواران (خواجگانِ سلسلۂ نقشبندیہ) کی زمین کرم میں۔ وَفِیْھَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ (۱)۔ کا بیج بوتا رہا اور یہ خیال کرتا رہا کہ انشاء اللہ آخر کار دستِ کرم اس بیج کو مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ (۲) کی نہر سے سیراب کرے گا۔ آخر کار کشمیر پہنچنا ہوا، اور حضرت شیخ بابا ئے والی کی خدمت میں حاضری ہوئی اور آپ کی نظر عنایت سے بہرہ مند ہوا۔ الحمد للہ والمنۃ کہ وہ مبارک نظر ذریعۂ فتح باب قبول ہوئیں۔ چونکہ حضرت شیخ سلسلۂ

---

(۱) یعنی اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی نفوس کو خواہش ہوتی ہے (۲) یعنی وہ چیز جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو اور نہ کسی کان نے سُنا ہو۔

عالیہ نقشبندیہ کے بھی مجاز تھے اور طالب کی حضرت خواجہ کی) استعداد اُن بزرگواران کے آستان کی طرف متوجہ تھی لہذا فیضانِ الٰہیہ اُسی خاندان کے جھروکے سے نازل ہوا۔ اور آپ کی وفات کے بعد حضرات خواجگان کی غیبیت معہودہ (نسبت شریفہ) ظاہر ہونی شروع ہوئی اور ان بزرگواروں کی ارواح مبارکہ بشارات اور تلقینات دینے لگیں۔ ان کی توجہات سے اِس نسبت میں قوت پیدا ہوئی، دائرہ غیبیت میں وسعت ہوئی، راستہ روشن ہوا اور فی الجملہ اطمینان حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ ان حضرات کی عنایت کی کشش نے مجھ کو مخدومی حقائق پناہی، ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچایا اور اپنی خواہش اور رغبت سے بیعت اور مصافحہ کر کے حضرات خواجگان کا طریقہ حاصل کیا اور حضرت خواجگی اور ارواح طیبہ حضرت خواجہ نقشبند اور آپ کے خلفار کی ملازمت کے طفیل سے اس طریقہ کے سالکوں اور اس درگاہ کے نیازمندوں میں سے ہوا۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى[1]۔

حضرت باباے والی کی وفات کے بعد ایک واقعہ میں حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار آپ پر ظاہر ہوئے اور آپ سے فرمایا کہ مولانا خواجگی کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہاں فتح باب ہوگا۔ اور اسی دوران میں حضرت خواجگی بھی آپ پر ظاہر ہوئے اور فرمایا۔ اے فرزند ہم چشم براہ ہیں تم ہمارے پاس کب آرہے ہو۔ چنانچہ آپ ہندوستان سے ماوراء النہر کی طرف امکنگ کو روانہ ہوئے۔ لکھا ہے کہ ابھی آپ ایک منزل کے فاصلہ پر تھے کہ حضرت امکنگی بہ اشارہ غیبی آپ کے استقبال کو تشریف لائے۔

---

(۱) اے میرے پروردگار مجھ کو مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے۔ اور میرا حشر مساکین کی جماعت میں کر اور اس پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

آپ نے حضرت خواجگی کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اپنے بعض دوستوں کو ہندوستان خط لکھا۔ اس میں آپ نے اپنا یہ شعر تحریر فرمایا ؎

مَن از محیطِ محبت نشاں ہمی یدم ٭ کہ آنخوان عزیزاں بساحل افتاد است

آپ حضرت خواجگی کی خدمت میں مجلّی مصفّی مزکّی ہو کر پہنچے تھے۔ چراغ صاف تھا۔ بتی درست تھی۔ تیل موجود تھا۔ صرف دیا سلائی دکھانے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ حضرت خواجگی نے دیا سلائی دکھائی اور وہ چراغ روشن ہو گیا۔ حضرت خواجگی نے تین شبانہ روز آپ کو اپنے پاس خلوت میں رکھا اور پھر خلافتِ مطلقہ سے سرفراز فرما کر ہندوستان روانہ ہونے کی ہدایت فرمائی، چنانچہ آپ نے ہندوستان جانے کا قصد فرمایا۔ ان دنوں میں آپ نے ایک خط میں یہ شعر تحریر فرمایا ہے ؎

می گزشتم زغم آسودہ کہ ناگہ نکہیں ٭ عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

آپ ہندوستان پہلی مرتبہ کب تشریف لائے اور یہاں کتنی مدت قیام رہا اور پھر دوسری مرتبہ کب تشریف لائے۔ اس کا بیان نہیں ملتا۔ اس کو دیکھتے ہوئے کہ جامع ملفوظات نے لکھا ہے "واواخر ہا کہ امرِ مشیخت وارشاد متروک شدہ بود" ۸۹ قلمی لکھا ہے "فوائدے کہ دریں دو سہ سال ازاں حضرت بمستفیدان رسیدہ درزمانِ پیش بہ سالہا نمی رسید" ۸۵ قلمی۔ اور صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے "شاہدِ عظیم بر علو مرتبہ ایشاں ہمیں بس کہ دو سہ سال بر مسندِ مشیخت بودند دریں مدت قلیلہ چہ مردم کہ از خوانِ دولتِ ایشاں روزی مند گردیدند" ۴۹ قلمی اور اس کو دیکھتے ہوئے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی ؒ ۱۰۳۴ھ کو آپ سے بیعت ہوئے۔ اور آپ کو محسوس ہوا کہ مجھ سے پروردگار کو جو خدمت لینی تھی وہ اسی مردِ عزیز کی تربیت ہے۔ چنانچہ آپ رقعہ ۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "شیخ احمد نام مردے است در سرہند کثیر العلم قوی العمل روزے چند فقیر با

نشست و برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار داوقات او مشاہدہ کردہ بہ آں می ماند کہ چراغے شود کہ عالمہا از وروشن گردند" معلوم ہوتا ہے کہ دوسری مرتبہ سن ایک ہزار تین یا چار کو ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں قلعہ فیروزی میں جو کہ اب فیروز شاہ کے کوٹلہ کے نام سے مشہور ہے قیام فرمایا۔

آپ کو عزلت اور تفرید سے لگاؤ تھا مشیخت اور صحبت کی خواہش قطعاً نہ تھی۔ زبدۃ المقامات میں ہے کہ مریدوں کے احوال کی طرف آپ دو تین سال متوجہ رہے اور جب امام ربانی مجدد الف ثانی آپ سے بیعت ہوئے۔ "واز یمن انظار و الطاف ایشاں بکمال اکمال رسیدند آنحضرت خود را از صحبت ارباب ارادت باز کشیدند و یاراں را چہ بتعریف و چہ بتکلیف بایشاں حوالہ نمودند۔ یعنی جب آپ کے توجہات سے امام ربانی درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ نے اپنے اصحاب و یاران کو ان کے حوالہ کر دیا۔ جامع ملفوظات رشدی نے لکھا ہے " از روئے شفقت بتاکید فرمودند کہ چوں فرمان و مرضی در ترک مشیخت است یاراں مارا متصدی تربیت خود دانند و ہر جا خواہند در طلب مقصود پویند مگر چار نفر کہ دریں تکلیف داخل نبودند۔ یعنی آپ نے اپنے رفقاء سے شفقت فرماتے ہوئے فرمایا کہ اشارات اور الہامات غیبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اب مجھ کو مشیخت کا کام چھوڑ دینا چاہیئے لہٰذا یاران طریقت اب مجھ سے کار مشیخت کی توقع نہ رکھیں جہاں چاہیں جائیں اور اپنا مقصد حاصل کریں۔ بجز تین چار افراد کے جو اس حکم میں شامل نہ تھے" میر محمد نعمان آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے ان کو بھی ہدایت فرمائی کہ شیخ احمد سے اب رجوع کرو اور ان کے ارشاد پر عمل کرو۔

آپ کا بدن کمزور تھا۔ اکثر اوقات آپ مریض رہا کرتے تھے۔ پندرہ جمادی الآخرہ بدھ کے دن آپ کو بخار ہوا۔ یہ آپ کا آخری مرض تھا۔ اس مرض میں آپ نے حضرت خواجہ احرار کو خواب میں دیکھا۔ "عنایات بسیار فرمودند و در آخر امر کردند کہ پیراہن بپوشید"

یعنی آپ نے نوازشیں فرمائیں اور آخر میں حکم دیا کہ کرتا پہن لو۔ یہ بیان کر کے آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا اگر حیات باقی ہے اس پر عمل کروں گا ورنہ کفن بھی کرتا ہے۔

ہفتہ ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۰۱۲ھ حیات دنیویہ کا آخری دن تھا۔ آپ بستر علالت پر تھے، نقاہت و کمزوری از حد بڑھ چکی تھی۔ رفیق اعلیٰ سے وصال کا وقت قریب آ گیا تھا۔ یاران طریقت میں سے جو بھی اس وقت حاضر ہوتا تھا آپ ایک لحظہ بہ نظر رحمت اس کو دیکھتے تھے اور پھر بہ اشارۂ چشم یا بہ اغماض نظر اس کو رخصت فرماتے تھے۔ آپ کے خلیفۂ اجل خواجہ حسام الدین احمد تشریف لائے۔ آپ محبت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگے وہ آہ و بکا میں نظریں نیچی کئے بیٹھے رہے آپ نے ان کے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی مبارک انگلیاں ڈالیں۔ خاصی دیر یہی کیفیت رہی اور پھر اپنا دست مبارک ان کے سر اور چہرہ پر پھیرا۔ وفات شریف سے دو تین گھڑی پہلے آپ نے ذکر اسم ذات بطریق جہر شروع کیا، یہ مبارک نام آپ کے لب پر تھا کہ آپ نے یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ کی صدائے شیریں سنی اور بصد شوق جان شیریں جاں آفریں کے سپرد کر کے فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي سے مشرف ہوئے

کہ گفت کہ آں مایۂ امید بمرد ؛ کہ گفت کہ آں دولت جاوید بمرد
آں دشمن خورشید برآمد بربام ؛ پوشید دو چشم و گفت خورشید بمرد

ابھی دن کا کچھ حصہ باقی تھا جو یہ واقعۂ عظیمہ رونما ہوا مولانا ہاشم کشمی نے سال وفات "بحر حقیقت بود" سے نکالا ہے۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَرَضِيَ عَنْهُ وَحَشَرَهُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيقًا۔

آپ نے اپنے بعد ورثا میں والدہ ماجدہ اور دو زوجات طیبات اور دو خورد سال فرزند جن کی ولادت ۱۰۱۰ھ کو ہوئی تھی ایک خواجہ عبید اللہ معروف بہ خواجہ کلاں متولد اول ماہ ربیع الاول اور دوسرے خواجہ محمد عبداللہ معروف بہ خواجہ خورد متولد ششم

رجب چھوڑے۔ اور میراث میں از متاعِ دنیویہ ایک گھوڑا۔ ایک فرش چند کتابیں اور ایک روپیہ (ملفوظات قلمی ص۲۳) اس طرح آپ نے عِشْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّكَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ کی اعلیٰ مثال قائم کی لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فِیْ كُلِّ حِیْنٍ وَّاٰنٍ۔

تصنیفات: آپ کے مختصر رسائل ہیں۔ نماز حقیقی و صوری اور توحید کے بیان میں اور تفسیر اعوذ و بسم اللہ و سورۂ فاتحہ و سورۂ والشمس و سورۂ اخلاص و سورۂ فلق و سورۂ ناس و آیت ھو معکم و آیت اینما تولوا و ترجمہ دعائے قنوت و رسالۂ ناتمام در سلوک جو رقعات میں ۲۲ ہے اور شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار۔ اس کے علاوہ آپ کا منظوم کلام ہے جو بہت ہی لطیف و شیریں و درد آمیز ہے۔ دو مثنویاں ہیں اور دو تواریخ تولد برخورداران۔ ایک ساقی نامہ و رسالہ پیران طریقت اور کچھ رباعیاں اور فرد۔ آپ کے ایک ایک لفظ سے آپ کے سوز دروں کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔

صحرا نشیں ز سیل حذر کن کہ آستیں | ترمیکنم بگریہ و افسردہ می روم
آں گلبنم بباغ تو کز یک نسیم لطف | نشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

آپ نے شرح رباعیات سلسلۃ الاحرار میں توحید وجودی کے اسرار بیان فرمائے ہیں۔ یہ شرح آپ نے ۱۱۰۰ھ میں تحریر فرمائی ہے۔ جامع ملفوظات نے اس سلسلہ میں لکھا ہے "بجہت رعایت ظاہر شریعت ازیں تصنیف خود کہ سخن وحدت وجود در انجا بخوبترین تدقیقات مبین است ناراضی بودند و میفرمودند از ما ایں تصنیف خوب واقع نہ شدہ و میفرمودند کہ محقق شد کہ برائے توحید راہے است وسیع و راہ توحید نسبت بآں شاہراہ کوچۂ تنگی بیش نیست (ص۹۷ قلمی) یعنی ظاہر شریعت کی رعایت کی وجہ سے آپ اپنی اس تالیف سے جس میں وحدت وجود کے دقیق مسائل اچھے پیرایہ سے بیان کئے گئے ہیں خوش نہ تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تالیف لکھ کر میں نے خوب نہیں کیا ہے۔

اور یہ بھی فرماتے تھے کہ محقق یعنی ثابت ہو گیا ہے کہ اس مسلکِ توحید کے بعد ایک اور فراخ شاہ راہ ہے۔ اس شاہراہ کے مقابلہ میں توحید وجودی کا راستہ ایک تنگ کوچہ سے زائد نہیں۔" حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کی بعض رباعیوں کی شرح لکھی ہے۔ اس کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں "مؤید این معنی است آنچہ فضائل پناہی شیخ عبدالحق کہ از مخلصان حضرت خواجہ ما است نقل کردند کہ حضرت خواجہ قبل ایام رحلت میفرمودند کہ مارا بیقین یقین معلوم شدہ است کہ توحید کوچہ تنگ است شاہراہ دیگر است۔" یعنی اس بیان کی تائید فضائل پناہی شیخ عبدالحق (محدث دہلوی) جو ہمارے حضرت خواجہ کے مخلصین میں سے ہیں۔ کے قول سے ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ نے ایام ارتحال سے پہلے فرمایا کہ مجھ کو پوری طرح یقین ہو گیا ہے کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ اور ہے۔

آپ کا نسب: جامع ملفوظات اور صاحب زبدۃ المقامات نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ حضرات القدس کا پہلا حصہ جس میں آپ کے حالات ہیں۔ اس عاجز کے پاس نہیں۔ البتہ اردو ترجمہ جلالدین تھانوی جو بہ ترجمہ جناب احمد حسین خان امروہوی حیدرآبادی نے کیا۔ آپ کے حضرت کے اسم گرامی کے ساتھ سید لکھا ہے اور پھر صفحہ ۲۱۵ پر آپ کے پدر بزرگوار کا نام قاضی لکھا ہے "حضرت کے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی ہے" غالباً جناب احمد حسین خاں صاحب کو خیال ہوا ہے کہ خلجی کسی جگہ کا نام ہے جو مضافات سمرقند میں ہو گا۔ اس لئے آپ نے قریشی کا اضافہ فرمایا ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد خلیفہ حضرت شاہ غلام علی نے ۱۲۴۹ھ کو جواہر علویہ لکھی ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں "سمرقندی الاصل کابلی المولد اند خلجی بودہ اند و از جانب والدہ بحضرت شیخ عمر یاغستانی کہ جد مادری حضرت خواجہ احرار اند می رسند" یعنی آپ کا وطن سمرقند ہے اور ولادت آپ کی کابل میں ہوئی ہے۔ آپ

خلج تھے اور والدہ کی جانب سے حضرت شیخ عمر باغستانی کی اولاد ہیں جو کہ حضرت خواجہ احرار کے نانا تھے " ص۱۹۴ قلمی۔ زبدۃ المقامات میں آپ کی والدۂ مبارکہ کے سلسلہ میں لکھا ہے: "مخفی نماند کہ والدۂ ماجدۂ آنحضرت از دودمان سیادت بود" ص۱۳۱ قلمی۔ یعنی آپ کی والدۂ ماجدہ سادات میں تھیں، حضرات القدس کے ترجمہ میں ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ شیخ عمر باغستانی کی اولاد میں سے تھیں اور نانی صاحبہ سادات میں تھیں۔ حضرت خواجہ عبیداللہ معروف بخواجہ کلاں کا ایک رسالہ مبلغ الرجال ہے اس میں لکھا ہے: "گوید بندۂ سرافگندۂ شرمندۂ از کردار تباہ سراپا گناہ خانہ زاد خواجۂ آفاق سبطِ آل النبی۔ الخ۔ اس عبارت میں آپ نے اپنے والد ماجد کو آل نبی کا نواسہ لکھا ہے۔ اس عبارت سے زبدۃ المقامات کی عبارت کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ سادات میں تھیں۔ مبلغ الرجال کی عبارت سے بعض افراد کو خیال ہو گیا کہ آپ سیّد ہیں۔ اگر آپ سیّد ہوتے تو خواجۂ کلاں آپ کو آلِ نبی تحریر کرتے۔ آل نبی کے نواسہ کے کیا معنی ——؟

چونکہ آپ کے مزارِ پُر انوار کے متولی صاحبان اپنے کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے ہیں اور اپنے کو سیّد کہتے ہیں اس لئے جناب احمد حسین خاں صاحب نے حضرات القدس کے ترجمہ میں سیّد کا اضافہ کر دیا ہے۔

آپ نے خود بھی اپنے نسب کے متعلق ترک لکھا ہے آپ نے خواجۂ خورد کی تاریخ ولادت میں کہا ہے ؎

گل شکرے بو العجبے دست داد ‏ ‏ ‏ ‏ شکر ہندی و گلِ تُرک زاد

یعنی یہ فرزند ایسا گلقند ہے کہ قند ہندی ہے اور پھول ترکی ہے۔

خلج کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ یہ ترک نسل کی ایک شاخ ہے۔ حضرت نے بھی گلِ ترک زاد فرما کر خلج کو ترک قرار دیا ہے۔ سردار فیض محمد خاں ذکریا محمد زائی کابلی نے اس عاجز سے کہا ہے کہ ان کی تحقیق کی رو سے خلج افغان قوم کی شاخ ہے سردار صاحب نے

60376

اس سلسلہ میں ایک مضمون لکھا ہے جو فرانس کے کسی مجلہ میں چھپا[1] ہے۔

---

(۱) خلجیوں کے نسب کے بارے میں قدیم مورخین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ نظام الدین احمد بخشی (المتوفی ۱۰۰۳ھ) نے اپنی کتاب طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ یہ لوگ چنگیز خاں کے داماد قالج خان کی نسل سے ہیں۔ اس نسبت سے قالجی کہلاتے تھے۔ الف کثرت استعمال سے گر گیا اور ق۔ خ سے بدل گیا۔ اس طرح قالجی، خلجی ہو گیا۔ (طبقات اکبری ص۱۱) صاحب طبقات اکبری کے اس بیان کی توثیق ان تاریخی حقائق سے بھی ہوتی ہے کہ جلال الدین خلجی اور علاء الدین خلجی جو ہندوستان میں خلجیوں کی حکومت کے بانی تھے۔ نسل چنگیزی سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ الغو خان چنگیز خاں کا نواسہ، جلال الدین خلجی کا حقیقی داماد تھا اور یہ چار ہزار مردوں اور عورتوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو کر ہندوستان میں سکونت پذیر ہو گیا تھا علاء الدین خلجی کے بیٹوں کے نام بھی خضر خاں۔ شادی خان اور مبارک خان تھے، جس سے خلجیوں کا باعتبار نسب "چنگیزی" ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

تاہم صاحب طبقات۔ نے سلجوق نامہ کے حوالہ سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس کی بنیاد پر خلجی، ترک قرار پاتے ہیں۔

فخر مدبر۔ ابن حوقل صاحب حدود العالم اور بارتولڈ (BARTOLED) وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے کہ خلجی اصلاً ترک تھے اور افغانستان کے ایک علاقہ میں جو "خلج" کے نام سے موسوم تھا، آباد تھے۔

مؤلف حضرات القدس اور صاحب جواہر علویہ کے بیان کے مطابق حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو خلج یا خلجی مانا جائے تو مذکورہ بالا دوسری روایت سے حضرت کے ترک نژاد ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور یہی حقیقت حضرت زید صاحب نے خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ باقی کے نسب کے متعلق ظاہر فرمائی ہے۔ حیرت کاظمی

حضرت کا مزارِ پُر انوار دہلی (شاہجہان آباد) کی فصیل (اب صرف نقشوں میں اس کا وجود ہے) کے باہر جہت غرب لاہوری دروازہ سے تقریباً چار فرلانگ قدرے مائل بہ جنوب قطب روڈ پر واقع ہے جو کہ شمالاً جنوباً ہے۔ قطب روڈ سے عیدگاہ کو غرباً ایک راستہ گیا ہے۔ اس کا نام عیدگاہ روڈ ہے۔ جہاں سے عیدگاہ روڈ نکلی ہے اس کے مقام انصال کے جنوبی کونہ پر قبرستان واقع ہے۔ یہ آپ ہی کا قبرستان ہے۔ آپ یہاں آرام فرما رہے ہیں۔ مزارِ پُر انوار کی چار دیواری کی شرقی جہت میں آپ کی والدۂ ماجدہ کی قبر ہے۔ مزار شریف کے جہت شمال مسجد شریف کا صحن ہے۔ آپ کے جوار میں ہزارہا بندگانِ خدا راحت کی نیند (نَمْ کَنَوْمِ الْعَرُوْسِ) سو رہے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس عاجز کے جد امجد حضرت شاہ محمد عمر قدس سرہٗ نے آپ کے وصال کی تاریخ اس طرح پر کہی ہے۔

مصدرِ فیض خواجہ باقی — قبلۂ دین و کعبۂ ارشاد
داشت خلوت در انجمن دائم — باخدا و ز ماسوی آزاد
چوں برفتہ زعالمِ فانی — گشت از رفتنش جہاں برباد
صد ہزاراں بہ ہر زماں ہر دم — رحمتِ حق بہ روحِ پاکش باد

سالِ وصلش عمر چُناں گفتہ
جنت عدن را بکرد آباد

۱۰ ھ ۱۲

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔
وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥

جمعہ ۸ شوال ۱۳۸۹ھ — زید ابو الحسن فاروقی

۱۹ دسمبر ۱۹۶۹ء — نائب حضرت شاہ ابو الخیر چتلی قبر دہلی ۶

رباعی

قطبی کہ ز راز ش انفسی آفاقی است
نیم نظرش ہزار دل را ساقی است
ہاشم ز مدیحش چہ بگویم ایں بس
کاں جملہ چو نام خویش باحق باقی است

(از خواجہ ہاشم کشمی مصنف زبدۃ المقامات)

رُباعی

"باقی" کہ ازو مُردہ بصد جاں برسد
مُفلس ز درش بگنجِ پنہاں برسد
نقاشِ ازل بکاخِ ہستِ آوردش
کایں خانہ بزیبِ نقشبنداں برسد

(از صاحبِ زبدۃ المقامات)

این سلسله از طلائی ناب است
وین خانه تمام آفتاب است

در بیانِ احوالِ بدایت و نہایت

حضرتِ خواجہ قدس سرہ تا ایام سکونت ایشان
بفیروز آباد دہلی و توجہ بارشاد و ہدایت طالبانِ معنوی

(از زبدۃ المقامات)

رُباعی

برخامہ بنازم کہ اشارات نوشت
زاغاز و توسُّط و نہایات نوشت
بنوشت کتاب را و تاریخ کتاب
بر دل "ہو زبدۃ المقامات" نوشت

۱۰۳۷ھ

(مصنف زبدۃ المقامات)

"والدِ بزرگوار حضرت خواجۂ ما قاضی عبدالسلام است کہ از اربابِ
فضل و صفا بود و از نرمیٔ دل ہموارہ مصداق فلیبکوا کثیرا۔ ولادتِ
حضرت خواجۂ ما قدس سرّہٗ در بلدۂ کابل بظہور پیوستہ فی حدود سنہ
احدی و اثنی و سبعین و تسعمائۃ۔ در روزگار صبی سیمای بزرگی از جبہۂ
اطوار ایشان پیدا بود و جمالِ آثارِ ہمت ارجمند و تفرید بلند از آئینۂ کاروبار
ایشان ہویدا گاہ دران ایام روز تمام در گوشہ خزیدہ سر بگریبانِ خموشی
میکشیدہ اند۔ در تحصیلِ علوم رسمی شاگردیٔ مجمعِ علوم و دانائی مولانا صادق
حلوائی کہ از علمائی اعلامِ آن ایام بود، اختیار نمودہ برفاقت مولانا از
کابل بہ ماوراء النہر شدہ اند و باندک روزگار از سمو فطرت بدرس آن
علّامہ ایشان را بین الاقران امتیازی پدید آمدہ و از فضائل بہرۂ
تمام روزی گشتہ۔ اگرچہ از تحصیل علومِ صوری بقیہ ماندہ بود کہ بسلوکِ
این راہ در آمدہ اند ...... لیکن از زکائی فطرت و صفائی نسبت
دانش ایشان پایۂ بلند داشتہ چنانکہ یکی از صافی دلانِ صادق القول
گفت روزی خادمانِ حضرت خواجہ در بدایت ترک تحصیلِ علوم رسمیہ
و آغاز ہجوم جذبات الٰہیہ بہ محفلِ یکے از افاضل در آمدند۔ تقریبی را
آن فاضل گفت اگر خدمتِ خواجہ روزی چند دیگر بر سر مطالعۂ علوم
بودندی تا مولویت ایشان بکمال و اکمال رسیدی، چہ زیبا بودی۔
حضرت خواجہ فرمودند مراد از کمال مولویت۔ آنست کہ کتب متداولہ
مشکلہ را چنانکہ حق آن باشد توان مطالعہ و افادہ نمود بلا دعوی گفتہ
می آید کہ ہر کتابی کہ حل آن حدید البصر دانند در میان آرند۔ امید کہ
تشفیٔ تمام حاصل آید۔ فاضلی از تلامذۂ مولانا صادق باین فقیر گفت

چون بسمعِ ما آشنایان رسید کہ خواجہ از تحصیلِ علوم بدرویشی رغبت نمودہ اند، باہم می گفتیم کہ ما ازین جوان فطرتی وہمتی دیدہ ایم کہ نتواند بود کہ او لبکاری قدم نہد و آنرا بانجام نہ رساند آخر چنان شد کہ گمان بردہ بودیم۔ بالجملہ حضرت خواجہ را ہم در اوقاتِ تحصیلِ علوم کہ رمنہ کار برنائی بود جوش مناسبت این راہ گاہ بصحبتِ باریافتگان محفلِ لی مع اللہ میرسانید تا آنکہ در بلاد ماوراء النہر کہ معدنِ این طائفہ عزیزالوجود است بسیاری از کبارِ مشائخ آن عہد را دریافتہ نزد بعضی بعد درسِ توبہ و انابت نیز ہم آغوش گردیدند کما سیجئی بیانہ منقولا عن کلامہ الشریف ہمدران وقت و زمان گذر ایشان بہندوستان افتاد بعض اقرانِ ایشان را کہ دران دیار اصحاب جاہ بودند خیر خواہی صوری بران داشت کہ ایشان نیز در زمرۂ ارباب عسکر بودہ از امتعۂ دنیادیہ تونگر باشند اما از آنجا کہ روزئ ایشان دولتِ دین و تونگری متاعِ یقین بود سعئ آنان بجائی نرسید. سلطانِ جذبات الٰہیہ در کنفِ خلعت خویش بگرفت تا بدنجائے کہ برد۔ چون جلوۂ تقدیر ہمی خواست کہ نخست تعلقات کثیرۂ ایشان را بیک تعلق بازآرد و از قنطرۂ آن یک تعلقِ مجاز ببام حقیقت برآرد، نخست دل نازنین ایشانرا بیکی از دلبرانِ صوری گرفتاری فراپیش آمد و پس از روزی چند میانِ ایشان و آن محبوب دوری ضروری بوقوع پیوست۔ ع

کانِ خال بخیر طرۂ این دام نبود | وہم مفارنِ آن اوقات آلام مفارقت

بعض کتب ارباب محبت و معرفت بنظر ایشان درآمد۔ بتائید آن بشکرِ الٰہی شوق حصول احوال این طائفہ گریبانِ دلِ ایشان بگرفت۔ درویشی باین

درویش گفت از زبان دُرفشان ایشان که فرمودند بر سر مطالعهٔ کتابی از کتب اکابر بودیم که بر ما تجلی نمودند و ما را از ما بربودند. کششهای روحانیت منبر که حضرت خواجهٔ بزرگ بهاء الحق والملة والدین قدس سرہٗ به تلقین ذکر وانقا وجذبات نواخت. آستین همت بر همه افشانده تشمیر دامن طلب نموده بهمگی در سراغ ارباب این معنی در آمدند. درویشی از مصاحبان ایشان که از حاضران وقت بود، گفت چندان از فرط طلب این راه در جستجوی سالکان ومجذوبان تکاپوی فرمودندی که زیاده بران از قوت بشری متصور نباشد. در بلدهٔ لاهور در ایام برشکال که از غلبهٔ لای وگل طی کوچه از ان بس مشکل می بود با همه نازکی تن چندین گذرها وکوی ها وخرابها وگورستانها وبیابانها وسربتانها را بالقصد صاحبدلان قطع می فرمودند. ناقل گفت من نیز روزی برعایت آشنائی ها خواستم دران سیر وتردد رفیق ایشان باشم. هرچند بمنع کوشیدند باز نماندم چون کوچه چند در قدم ایشان پیموده آمد از بسیاری گل ولائی مرا ماندگی ودرد پائی در گرفت. حیا وادب زبانم را یارای عرض نداشتم. ایشان برایں معنی آگاه گردیده مرا باز گردانیدند. پس دانستم که ایشان بقوت پائی دیگر درین پویش اند که قطع این راه بجز پای جنون نتوان کرد. دیگری از آشنایان ایشان گفت دران اوقات در حوالی یکی از بوستانها وگورستانهای بلدهٔ مذکور مجذوبی بود خداوند احوال شگرف. حضرت خواجه از کارا وآگاهی یافته همواره پیرامون او می شدند واو هرگاه حضرت خواجه را دیدی جز به دشنام نپرداختی وگاه بودی که بر ایشان سنگها بینداختی وگاه از ایشان گران نموده

جای دیگر شتافتی اما آنحضرت از رسوخِ طلب با این همه تنفر و توحش
از وی روی کے برنتافتندے ع

سنگہا دیدہ و دل از شیشۂ‌ی روی نتافت

و تا روزی عرق مہربانی آن دیوانۂ بحقیقت فرزانہ در اہتزاز آمدہ ایشانرا نزد خویش بخواندند و نظرہا و دعاہا در حصولِ مرادِ ایشان بظہور رسانیدہ و از نظر و دعای او ایشانرا فوائد بسیار و عجیب نصیب روزگار آمد، بدین تقریب بر زبانِ مبارک راندہ اند اگرچہ بار ریاضات شاقہ چنانکہ بعضی اہل اللہ کشیدہ اند کشیدہ ایم لیکن انتظارہا و قلق ہای عظیم دیدہ ایم کہ ریاضتہای و سختیہای شگرف را متضمن بود و نیز فرمودند دران ایام حضرت والدۂ ماجدہ چون کثرتِ بیقراری و بیداری و غلبۂ ناتوانی و نزاری ما را میدیدند بغایت شکستہ دل و آزردہ خاطر گردیدہ روی عجز و نیاز بدرگاہ بی نیاز آوردہ بگریہ و نالۂ تمام می گفتند "خداوندا مرادِ فرزندم را کہ در طلب تو از ہمہ بگسستہ و از لذاتِ جوانی دست شستہ، بر آوردہ گردان یا مرا زندہ مگذار کہ طاقتِ مشاہدۂ این ناکامی و بی آرامی او ندارم". و بسا بودی کہ در میانِ شبہا و سحرہا مناجاتی چنین بحضرت بر آرندۂ حاجات ہمی کردند. اثر آن دعا و التماس ایشان مرا کشایشہا روزی گردید جزاہا اللہ عنا خیر الجزا. مخفی نماند کہ والدۂ ماجدۂ آنحضرت از دودمانِ سیادت بود و از قانتاتِ نساء و ہموارہ بدین درگاہ تمام نیاز و شکستگی و التجا و ہمیشہ مشغولِ خدمت و تفقد فقرا بعضی از ثقاتِ اصحاب خواجۂ ما قدس سرہ نقل کردند کہ با وجود تعدد کنیزان خدماتِ درویشان

آستان ایشان را والدهٔ آنحضرت خود می کردند تا بجائی که هم خود نان در تنور می بستند و بر می گرفتند و دیگ بر می گذاشتند و فرود می آوردند و لبسیار بوده که طعام را بتمام تقسیم فرموده خود بلقمهٔ از نانِ خشک قناعت می نمودند و اکثر بر حصیر پارهٔ اضطجاع می فرمودند۔

روزی حضرت خواجه قدس سرہ. بملاحظهٔ ضعف و ناتوانئ ایشان فرموده باشند که متکفّل امر طبخ دیگری گردد، آن اُم الفقرا ازین معنی چندگاه بگریه و زاری در آمده می فرموده اند. ندانم از من کدام جرمیه بوجود آمد که حق سبحانهٔ و تعالے مرا ازین خدمت محروم گردانید زیراکه کاری که ازین فقیره می آمد این بود که برای حضرتِ ایشان و خادمانِ ایشان طعامی می پخت، آنرا هم از من باز گرفتند و از غایتِ انکسار و رعایتِ ادب با ظهار این معنی هم نیامدند تا آنکه این اضطراب ایشان بحضرت خواجه قدس سرہ رسید. ایشان آن امر را همچنان که بود بآن ولیهٔ زمان باز گذاشتند رحمهما اللہ تعالیٰ. بالجمله حضرت خواجهٔ ما، و جستجوی سالکان و مجذوبان سعی بالظهور رسانیده و لبسا پاک. دلان را در بلاد یافته بهره ها گرفتند. در سیاحت صحبتِ یکی از عظماء مشائخ سلسله رسیده خواسته اند که اخذ طریقت وی نمایند و بتفصیل سلوک فرمایند استخاره نموده اند. حضرت خواجه محمد پارسا قدس سرہ العزیز ظاهر شده فرموده اند حاصل سلوک بتفصیل آنست که تهذیب اخلاق حاصل گردد. چون این دولت متیسر آمده بتفصیل سلوک نمودن تحصیل حاصل است. و آنحضرت قدس سرہ خود از بدایتِ حالِ خویش چنین برنگاشته اند که ابتدای

توبه از معاصی در ملازمت خدمت خواجه عبید کرده شد لیکن خیال
رجوع وعزیمت ترک در باطن بود. التماس فاتحه در ظاهر. ایشان از
خلفای مولانا لطف الله بودند و مولانا لطف الله خلیفهٔ مولانا خواجگی
دهبیدی علیه الرحمة. چون توفیق استقامت نیافت بار دیگر توبه در
ملازمت بندگان افتخار شیخ که در سمرقند تشریف داشتند وازکبار
خانوادهٔ حضرت خواجه احمد یسوی بودند کرده شد. اگرچه جناب ایشان رضا
نداشتند و میفرمودند که شما جوان اید. لیکن چون عزیمت فقیر مصمم
بود بضرورت فاتحه خواندند و فرمودند خدا استقامت بدهد موافق
تفرس آن بزرگواران عزیمت برهم خورد وخرابی عجیبه روی داد.
بار دیگر بے صنع واختیار فقیر در بندگی حضرت امیر عبدالله بلخی مدظله تجدید
توبه بظهور رسید. مقرون بمصافحه آن نعمتی بود غیر مترقب. امید که
برکات آن مواهب الی یوم القیام بماند. الغرض چندگاه دیگر در
مقام نگاهداشت حدود بود یا زتاثیر اسم المضل آن سد راه شکست
عاقبت بهدایت سرمدیت در خواب بشرف ملازمت خواجه بزرگ
خواجه بهاء الحق والدین صورت توبه منعقد شد و میل طریقهٔ اهل الله بظهور رسید بحکم
الغریق یتعلق بکل حشیش بهر طرف دستی می انداخت عاقبت بعضی از
مخادیم فرمودند ذکری که معنعن بآنحضرت رسالت میرسد نتیجه مند است.
تعطش بران داشت که ازهمان عزیز طریق ذکر ومراقبه اخذ کرده شود مدتی
دوسال بران ذکر و مراقبه واوراد سلسله آن عزیز مداومت نموده شد،
شنیده شده بود تا سالک مدتی قریب بچهل سال میدان لا اله قطع نکنند
بمنزل الا الله نخواهد رسید، ساده لوحیها بران میداشت که مرد رزمان

را در ذکر غنیمت شمارد و بہمان صورتِ عبادت قناعت نماید. ہر چند درین میان اشاراتِ غیبیہ در سلوکِ طریقۂ دیگر ظہور میکرد، قدمِ استوار را از جا بر نمی داشت و در زمینِ کرم بزرگواران این طبقہ تخم و فیہا ما تشتہیہ الانفس می کاشت انشاء اللہ العزیز عاقبت دستِ کرم آن تخم را از جوئبارِ ما لا عین رأت ولا اذن سمعت سیراب گرداند بالآخر بکشمیر رسیدہ شد و بملازمت حضرت شیخ بابای والی قدس اللہ سرہ العالی اتفاق افتاد و از برکاتِ نظرش بہرہ مند شدہ الحمد للہ والمنۃ کہ آن نظرات نیز نتیجہ باب قبول آمد. چون حضرت شیخ از سلسلۂ علیہ نقشبندیہ نیز مجاز بودند و استعداد طالب متوجہ آستان آن بزرگوار نفحاتِ ربانیہ از دریچۂ ہمان خانوادۂ اقبال فرمودند. بعد از انتقال آنحضرت بدار القرار عینیتِ معہودہ حضرات خواجہا جلوہ گر شد و ارواح طیباتِ ایشان در مبشرات نمودن گرفتند و تلقینات فرمودند و بہمین توجہ ایشان آن نسبت را قوتی پیدا شد و دائرۂ عینیت وسعتی پیدا کردہ و راہ روشن شدہ. فی الجملہ جمعیتی دست داد تا آنکہ بجذب عنایتِ ایشان بخدمتِ مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس اللہ سرہ العزیز رسیدہ شد و بطوع و رغبت خود بیعت و مصافحہ بدست آوردہ طریقۂ خواجگان اخذ کردہ شد و بطفیل ملازمت آنحضرت و ارواح طیبۂ خواجہ نقشبند و خلفائی ایشان در سلک افتادگانِ این راہ و نیاز مندانِ این درگاہ در آمدہ شد اللہم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین والسلام علی من اتبع الہدی انتہی کلامہ الشریف.

از نخوامی این نمیقۂ دُر افشان در بیانِ بدایت احوال ایشان کہ ما
باندکی ازان لب کشودیم وکذلک از مضمونِ ابیاتِ شریفۂ ایشان

شنیدم کاشفِ رازِ نہانی ۔۔۔ ابوالقاسم چراغ گرگانی
کہ بودی وردِ جان نام اویسش ۔۔۔ کہ باشد شربی از جام اویسش
کیم من کین ہوس گیرد دماغم ۔۔۔ بیاید نورِ این سودا چراغم
زبانم زین تلفظ گرچہ بد است ۔۔۔ سرِ من بخواست عیب این کمند است

چنان مستفاد گردیدہ کہ حضرت خواجہ ما اویسی بودند تربیت
از روحانیت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت خواجہ
بزرگ بہاء الحق والدین وخلفای ایشان رضی اللہ عنہم یافتہ و
بنظراتِ عنایاتِ آن بزرگواران کار را بانجام رسانیدہ، بعد از
حصولِ کمال چون از پیر ظاہر نیز چارہ نیست بماوراء النہر رفتہ از
خدمتِ مولانا خواجگی مجاز گشتہ اند۔ یکی از صاحبدلانِ صادق القول کہ
آن وقت حاضر بودہ باین حقیر گفت روزی پیش از انکہ حضرت خواجہ
از ہندوستان بماوراء النہر شوند، در لاہور بمسجد برای ادای
نمازِ فرض از فرائض خمسہ درآمدند در اثنای نماز ناگاہ از سینۂ
بی کینۂ ایشان آوازی مہیب ظاہر شد چنانکہ اہل صفِ نماز را از
آن حیرتہا روی داد، بعد از ادای تسلیمتین حضرت خواجہ بہ تعجیل
ہرچہ تمام تر از مسجد بیرون رفتند، ازان پس دو سہ تن از نزدیکان
را فراہم آوردہ در منزل خود ادای جماعہ می فرمودند وایضاً ہمان
عزیز حکایت کرد کہ من نیز ازان مقتدیانِ مخصوصِ آن مقتدای انام
بودم روزی درمیانِ نماز دیدم کہ حضرت خواجہ را ردی لبسوی

قبله است وبسوئی ما و بر ما نیز می نگرند از مشاهدهٔ این حالت بر من رعشه افتاد و تا به لرزش وبیچش تمام نماز را به آخر رسانیدم و آنچه دیده بودم معروض داشتم تبسم نمودند و از افشای آن مرا منع فرمودند

راقم این حروف عفی اللہ عنہ گوید این دو معاملۂ مذکوره دو شاہد عدل اند بکمالِ مناسبت وتبعیت ایشان بحضرتِ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم، چہ از آن حضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ مرویست کہ در نماز جوشِ سینۂ انور شان تا میلی رفتی و نیز از خصائصِ آنحضرت است کہ ہموارہ از قفا چنان می دیده اند کہ از پیش، لیکن حضرت سید الانبیاء را ہمہ وقت دوام این معنی حاصل بوده و این بزرگِ امت او را از غایت اتباعِ آن سرور اگر در نماز کہ معراجِ مومن است وقتی از اوقات این دولت روی داده محال نبود کہ بزرگان گفته اند تابع کامل را از ہمہ چیزِ متبوع پرتوی ونصیبی است۔

باوجود حصولِ این حالات وکمالات ورجوعِ طلاب بآستان ایشان حضرت خواجہ از یمن ہمتِ عالی وتفریدِ والا بر سرِ مشیخت وتعلیم طریقت نیامدند، وبسیر ما وراء النہر وبلخ و بدخشان شدند تا عزیزان را کہ ازین سلسلۂ بزرگ و دیگر سلاسل دران دیار بر مسند ارشاد واکمال بودند دریافته از فوائد زائد مستفیض گردیده تصحیح احوال حاصله فرمایند۔ دران سیر بصحبت مولانا شیر غانی قدس سرہٗ نیز رسیده، برخی از احوالات حاصلہ را بسمعِ ایشان رسانیده از مولانا تحسینہا دیده اند چنانکه در بیانِ مولانا تفصیلِ آن بکتابِ نسمات القدس ذکر خواہد یافت واز انجا متوجہ سمرقند

شده‌اند و از راه بسوی بعض دوستان بهندوستان مکتوبی بنگاشته‌اند که آن در مکتوباتِ شریفهٔ ایشان مسطور است و اولش این بیت است ؎

من از محیطِ محبت نشان همی دیدم
که استخوانِ عزیزان بساحل افتاد است

در اثنای آنکه متوجه بلدی از بلادِ ماوراءالنهر بوده‌اند حضرت مولائی اعظم خواجگی امکنگی در واقعه برایشان ظاهر شده‌اند، فرموده‌اند ای فرزند چشم ما بر راهِ شماست؛ حضرت خواجه را وقت بنهایت خوش گشته و این بیت خود را آنجا فرمودند یا آنجا بر زبان راندند ؎

می گذشتم ز غم آسوده که ناگه ز کمین
عالم آشوب نگاهی سرِ راهم بگرفت

چه حضرت مولانای متبرک بزرگواری دران وقت و دیار از کبارِ مشائخ این سلسلهٔ علیهٔ نقشبندیه بوده‌اند و بر طریقهٔ خاصهٔ خواجهٔ بزرگ چون کوه مستقیم و نسبتِ ایشان به دو واسطه بحضرت خواجهٔ احراری رسید چه ارادت ایشان بوالد ماجد ایشان مولانا درویش محمد امکنگی بوده و ایشان را ارادت بخال ذوالاحوال خود مولانا محمد زاہد وخشواری و ایشانرا بحضرت قطب الاخیار خواجه احرار رحمہم اللہ و چون امید است که عنقریب احوالِ این اکابر و خلفای آنها در کتابِ "نسمات القدس" بعون اللہ تعالیٰ بتفصیل مرقوم گردد اینجا بہمین مقدار اکتفا نموده آمد.

بالجمله چون حضرت خواجهٔ ما قدس سره بخدمت مولانای مذکور رسیده‌اند نهایت عنایات و رضایا منت دیده‌اند حضرت مولانا بعد از استماع احوالِ بلند ایشان سه شبانه روز لیلاً و نهاراً در خلوت با ایشان صحبت داشته‌اند و بر بعضی زوائدِ فوائد اطلاع داده

فرمودند کہ کار شما بعنایتِ اللہ سبحانہ و بہ تربیت روحانیتِ اکابرِ این
سلسلۂ علیہ بانجام رسیدہ، شما را باید باز بہندوستان روید کہ این
سلسلۂ علیہ را آنجا از شما رونقی تمام پدید آید و مستفیدانِ عالی مقدار
استعداد زمین تربیتِ شما بروی کار آیند. خواجۂ ما ہر چند از راہِ انکسار و
دیدِ قصورِ احوال عذرہا در میان نہادہ اند حضرت مولانا از الحاح باز نماندہ
اند و در راہِ استخارہ نیز موافق فرمودۂ مولانا کشودہ عزیزی از اقربای
حضرت مولانا کہ از حاضرانِ آنوقت بودہ گفت: چون بعض یارانِ قدیم
الخدمت صاحب النسبت حضرت مولانا شنودند کہ حضرت مولانا خواجہ
را درین چند روزہ صحبت خلافت و اجازتِ کاملہ دادہ رخصتِ کشورِ
ہندوستان فرمودند از غیرت بشور رسیدند و چون خبر شورشِ آنان
بحضرت مولانا رسید، فرمودند کہ یاران ندانستہ اند کہ کار این
جوان را تمام کردہ نزدِ ما فرستادند جز این نبود کہ نزدِ ما تصحیح احوال
خود نمود فلاجرم ہر کہ چنان آید چنین رود پس حضرت خواجۂ ما زلال
آسا بطالعِ لب تشنگانِ بیابانِ ہندوستان متوجہ آن کشادہ بوستان
گردیدند و زمانہ بزبانِ حال مضمونِ این مقال را مترنم گشت ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند — زین قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ میرود

چون بہ ہند رسیدند سالے در بلدۂ لاہور ماندند و بسا علما و فضلای
آن بلدہ شیفتۂ محبتِ ایشان شدند لیکن از انجا کہ شہرِ دہلی بقعہ
ایست دار الاولیاء و بیت الفقر آنجا آمدہ در قلعۂ فیروزی کہ سر
منزلے است بغایت دلکشا و مشرف بر دریا و مشتمل بر مسجدی در
نہایت عظمت و برکت و صفا سکونت اختیار نمودند تا زمانِ ارتحال

ازین دار پر ملال بجائے دیگر انتقال نفرمودند فصل دوم در بیان مجملات احوال شریفہ آنحضرت از خشوع و انتقار و تصرفات و افاضات و تحمل و تفرید و تبتل وغیرہا من الصفات الملکیہ و الاطوار المرضیہ یا بیان قضیۂ انتقال ایشان ازین دار پر ملال شیوۂ مرضیہ حضرت خواجۂ ما قدس سرہ ہمگی ستر احوال و اخفا و خمول و انزوا بود و از غایت انکسار ہمیشہ دید قصور احوال و متہم داشتن نیات نصب عین ایشان و جز برائے استمالت زائر و جواب سائل آنہم بقدر ضرورت تکلم کم می فرمودند مگر آنکہ مسئلہ از مسائل غامضۂ این طائفۂ شریفہ کسے معروض میداشت انگاہ ناچار در تنقیح آن چنانکہ طالب را تشفی تمام حاصل آید سخن میکردند و آنہم از وفور شفقت بود کہ مبادا آنرا کج فہمیدہ کج رود با ہمہ حزن با آیندگان در کمال بشاشت تلقی میفرمودند و در انجاح حاجات مباحہ مسلمین خود را از ہر وجہ معاف نمیداشتند در تعظیم سادات و علماء مبالغہ مے نمودند و در جزوی و کلی عملیات بفقہای متورع رجوع میفرمودند چون طالبی بآستان ایشان میرسید از غایت انکسار خود را دور ازین کار عظیم وا نمودہ عذرہا میفرمودند اگر آن آیندہ صادق می بود و از خوان نوال ایشان روزی مند میشد از انکسار ایشان بیشتر تعلو منزلت و کار ایشان پے می برد و خود را بخدمۂ آن آستان مے سپرد و بزبان حال میگفت لمولفہ۔

ازین در نداریم روی گذر　　اگرچہ از دو عالم گذر کردہ ایم
بیان نمکہای این میگسار　　حوالہ بریش جگر کردہ ایم

چون آنحضرت رسوخ طلب آن طالب میدیدند در آغوش عنایت و کنف تربیتش میکشیدند گویند جوان خراسانی مدتہا مجاور مزار فائض

الانوار خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ بود و از روحانیۃ حضرت خواجہ طلب پیر مکملی می نمود کہ در قید حیات اینجہانے باشد بعد از رسیدن حضرت خواجہٗ ما بدہلی آن جوان را در واقعہ نمودند کہ بزرگے از طریقہ نقشبند یہ اکنون بشہر رسیدہ خدمت او را لازم گیر حسب الامر بخدمت ایشان رسیدہ واقعہ را معروض داشتہ التماس قبول نمود، فرمودند این مسکین خود را شایان آن نمی بیند دیگرے خواہد بود چون از وے فور انکسار عذر بسیار فرمودند آن برنا بزاویہٗ خود باز گشت شب دیگر وے را گفتند آن بزرگ ہمانست کہ وی نجدمتش رسیدی و انکسار او دیدی فرداش آن جوان چنان آمد کہ دیگر باز نگشت و بعز قبول رسید و ویدانچہ دید و بسا بودی کہ آنحضرت از غایت انکسار بعضی طلبہٗ صادق العقیدۃ ذوالاحوال صاحب صحبت و خدمت خود را نیز میفرمودند کہ این بیحاصل شایان انچہ گمان بردہ اید نیست بجاہای دیگر تردد نمائید و اگر راہنمای بیابید پس این فقیر را نیز اعلام فرمائید تا ما نیز بخدمت او شتابیم، باشد کہ زخم خود را مرہمی یابیم این فقیر از زبان شریف خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ علی رؤس المحبین شنودم کہ فرمودمرا نیز آنحضرت بعہد تمام چنین فرمودند چون الحاح ایشان بسیار شد توقف را دور از ادب دانستہ متوجہ آگرہ شدم بعد از رسیدن بآن شہر حیران و سراسیمہ بودم کہ چہ چارہ سازم و با خود میگفتم بآستان ایشان رفتہ معروض دارم کہ امتثال امر نمودم چنان کسے کہ میفرمودند نیافتم درین میان براہی میگذشتم کہ از سرائے سرودی دلربای بگوش ہوش رسید چون نیک استماع نمودم قوالان را این بیت شیخ سعید سعدی شیرازی رحمہ اللہ بزبان

بود ے

تو خواہے آستین افشان وخواہی دامن اندرکش — مگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی

سماع این بیت دامان برانگرم زد سراز پا نشناختہ بخدمت ایشان رسیدم وگفتم انچہ دیدم وشنیدم وقتی دیگر فقیری از لاہور ایشان را در واقعہ دیدہ کہ ابلق سوار میگذرند وخلایق بسیار در دنبال ایشان ومیگویند این قطب وقتست بعد ازین بدیدن آن فقیر بعتبۂ والا رسیدہ التماس قبول کرد ہمان عذر مذکور سراپا نور درمیان آوردند آن بیچارہ بمسجد آمدہ بگریہ وافغان وخاطر پریشان در مجمع درویشان درد دل نہادہ وگفت ای یاران این چہ نازو گداز است کہ خواجہ بمن نمودہ است ودلم را ربودہ اکنون کہ ناشاد وخانہ برباد آمدہ ام این میگویند ومیرانند من بیچارہ چہ کارکنم وکجا روم بنوعی این ماجرا بر زبان آورد کہ بسیاری از حاضران را استیلاے گریہ دامن گیر شد. و از ہوش بردو شوری عجیب برخاست تا بگوش حضرت خواجہ رسید پرسیدند کہ چہ شور است معروض داشتند ع

کز لب شیرین تو شوریست در ہر خانۂ تبسم نمودند وآن درویش را طلبیدہ بہ تلقین ذکر وجذبۂ الٰہی نواختند ے

تا نگرید طفل کی جوشد لبن — تا نگرید ابر کے خندد چمن

طریقۂ آنحضرت قدس اللہ سرہ العزیز آن بود کہ ہرکرا می پذیرفتند نخست توبہ اش میدادند واگر عشق ومحبت آن طالب را نجو و بسیار میدیدند بطریق رابطہ ونگاہداشت صورت خود بحقیقت جامعۂ اش امر میکردند وبسیار کشایش دیرا ازین احضار ونگاہداشت

صورت شریف پدیدار میگشت خواجه برهان نام از خواجهای دهبیدی
که از اکابر خود نسبتها و اجازتها یافته بود بخدمت ایشان رسید و
طلب افاده و افاضه نموده ایشان وی را به نگاهداشت صورت خود
دلالت نمودند وی در تعجب رفت و با محرمان خود گفت این شغل
مناسب حال جمعی است که اول قدم درین راه نهاده باشند مرا
ایشان کرم نموده بمراقبهٔ عالیتر ازان اشاره نمایند و ستائش
گفتند امتثال امر باید نمود و از فضول احتراز فرمود چون عقیدتش
درست بود ناچار به نگاهداشت صورت مبارک پرداخت دو روزی
نرفته بود که آن صورت او را فرو گرفت و نسبت عظیم بروی استیلا نمود
تا غلبهٔ سکرش بجای رسید که با وجود تمکین و کبر سن مقدار دو ذراع از
زمین میجست و بهر سوی خود را بدیوار و اشجار میزد و با آنکه چند تن که
از جوانان وی را گرفته بودند قوتشان به نگاهداشت او وفا نمیکرد
تا دید آنچه دید اما بیشتر مر طالبان را که دل لطیفی که مقرر اکابر این
سلسله است دلالت می نمودند جمعی را بذکر نفی و اثبات و برخی را بذکر
اثبات صرف یعنی ذکر ذات عز شانه و از نهایت سریان نسبت آن
حضرت قدس سره بسیاران بمجرد دیدن ایشان مجذوب و مغلوب
میشدند گویند که یا خطیب بر منبر بوده که نظر بجمال ایشان گشوده
نعره زده از منبر بزیر افتاده شبی از شبهای ماه رمضان حضرت
ایشان ما قدس سره بدست خادمی به آنحضرت فالوده فرستاده
اند چون آن خادم از کوهیان ساده لوح بود بدروازهٔ خاص رسیده
و حلقه در زده حضرت خواجه دیگری را بسیار نکرده خود بر آمده اند و نظر

فالوده را از دست او گرفته فرموده اند نام تو چیست معروضداشته که بابا فرموده اند چون خادم شیخ احمد مائی بابائی بمجرد مراجعت آن خادم ویرا جذبهٔ سکر و نسبت فرو گرفته و فریادکنان و افتان و خیزان خود را بحضرت ایشان ما رسانیده و آنحضرت پرسیده اند که حال چیست بشورش و مستی تمام میگفته که همه جا چه در حجر و چه در شجر و چه در زمین و چه در آسمان نوری بیرنگ و بغایت و نهایت می بینم که بیان آن ممتنع المثل نمود حضرت ایشان ما فرموده اند البته حضرت خواجه مقابل این بیچاره شده اند که از مقابلهٔ آن آفتاب پرتوی برین ذره افتاده فرداش بخدمت خواجه رسانیده اند تبسم فرموده اند ؎

بروز حشر شهیدان چو خونبها طلبند   تبسمے کن و خاموش کن زبان همه

گویند روزی عسکری بملازمت ایشان آمد ایشان بتقریب طهارت از مسجد بیرون رفتند خادم این سپاهی بیرون در عنان اسپ گرفته ایستاده بود همین تنخ واستبرا بکرت نظر کیمیا اثر ایشان بران خادم افتاده بوده چون بمسجد درآمده اند خبر رسیده که خادم آن عسکری را جذبه زبیخودی برخاک افگنده است و میان اسپان چون گوی هرسوی غلطانست و از قبیل شام تا پاسی از شب همچنان در اضطراب بوده بناگاه بشوریده و روی ببازار نهاده و همچنان در صحرا بیرون رفته دیگر هیچکس از وخبری نیافته سیدی و مرشدی میر محمد نعمان سلمه الله فرمودند صبیهٔ ما مرضعه داشت بکرات آن مرضعه را ولالت بمریدی حضرت خواجه کردیم ابا نمود تا روزے آن صبیه را بتقریبی بمصحوب آن مرضعه بملازمت حضرت خواجه فرستادیم ایشان آن طفل شیرخواره را دزکنار

مبارک گرفته شفقتها نمودند آن طفل دست بمحاسن شریف ایشان برده موی از لحیهٔ مبارک بدست او بماند فرمودند طفلک میراثِ ما یادگاری میگیرد دور حدوده بمان ایام انتقال فرمودند و آن موئی مبارک تا امروز تبرّک و یادگار بماند ـــ

مرا از زلف تو موئی پسند است　　　فضولے میکنم بوئی پسند است

چون آن مرغعه نجانه مراجعت نمود ساعتی نرفته بود که آثار مستی و جذبات بر وی پیچیدن گرفت و وی خود را بران نمیداشت تا آنکه فریادی سخت بر آورد و بیهوش بیفتاد و از پہلوی چپ او حرکت قلبی چنان غلبه برداشت که همه یاران معائنه می نمودند بعد از مدتی بهوش آمد پرسیده شد که چه بود و چه دیدی؟ گفت ساعت بساعت حضرت خواجه بصورت مهیب عجیب نمودار نظر من میشد تا آنکه امری مرا از جان ربوده دیگر نمیدانم که چه شد جز آنکه دل خود را الله گومی یابم، سیّدی گفتند بحضرت خواجه قدس سرہٗ حال او عرض کرده شد تبسم نمودند و تعلیم ذکرش فرمودند و آن صالحه امروز در فیروز آباد از نسار صاحب احوال است و آن صبیّهٔ سیّدی که در خانهٔ راقم است نیز از همین آن نظر خدا وند عفت و حضور چنانکه حضرت ایشان ما و را بسر حلقگے بعض نسار ذاکرات ما مور گردانیده اند و آئین نازنین حضرت خواجه از غایت مخلص پروری و شفقت گستری آن بود که هر کرا تعلیم ذکر میفرمودند همدران اشنار تعلیم ذکر همت و توجه شریف شاملِ مآل و حال او میداشتند و راه نقوش کونیه بما دراک حقیقت جامعه ادمی بستند گویا تسمیهٔ نقشبندی را بظهور می آوردند تا همدران لمحه زبانِ دلش بذکر گویا میشد و حضور و جذبه

وی را در آغوش میگرفت بعضی چون مرغ بسمل بر خاک میغلطیدند و بعضے
از خود غائب شده بحیرت میرفتند و بعضے را ہمہ آن کیفیت عوالم مثال
یا ارواح یا معانی منکشف میگردید و بروز ہا میکشید تاہم نظر تربیت
ایشان بصحو وافاقتش می آورد و مصداق الشیخ یحیی و یمیت بظہور مے
پیوست داین عنایت ایشان بر سبیل تعمیم بود حضرت ایشان ماقدسنا اللہ
بسرہٗ الاقدس روزی بتقریبی فرمودند شمول و عموم این نعمت یعنی گویا
شدن دل بذکر و حصول جذبہ در بدایت تعلیم مر طالبان این طریقہ را
از الحاقات لازم البرکات حضرت خواجہ ماست قدس سرہٗ، بندہ معروض
داشت کہ مگر سابقًا معمول اکابر نبود فرمودند کہ بود اما بدین تعمیم
در بدایت نبود نیز فرمودند کہ چون سر اختیار این شمول و عموم را از حضرت
خواجہ پرسیدم فرمودند از ان روزگار تا حال در طلب و ہمت اہل ارادت
نقصان وفتور بسیار رفتہ و حوصلہ ہای طلاب راہ تقلیل گرفتہ و نور
شفقت بران داشت کہ بے مجاہدہ وسعی و تردد ایشان شربی رسانیدہ شود
تا پیادگان بادیۂ طلب را مرکبی باشد و برودت شان بحرارت مبدل گردد
چون حضرت ایشان این حکایت باخر رسانیدند آہی برکشیدند و این دعا
بر زبان راندند کہ جزاہ اللہ عن الطالبین خیر الجزاء و ہم حضرت
ایشان طاب ثراہ بتقریب قوت کاملہ پیر بزرگوار خود در افاضۂ این نسبت
گرامی فرمودند روزی یکی از مخلصان قریب ایشان این خواست کہ در
خدمت ایشان یکے از رسایل شریف ایشان را بہ نیت حصول حضور بگذراند
حضرت خواجہ دو روزے آن رسالہ را بوی درس گفتہ درین اثنا فرمودند
ای فلان نسبت از ان نزدیکتر است کہ آنرا از رسائل توان اخذ نمود و

صفت شفقت و ترحم حضرت خواجۂ ما قدس سرہ تا غایتی بود کہ وقتی در لاہور
قحط و عسرت افتادہ بود در ان عسرت حضرت خواجہ دران شہر بودند تا
چندروز نخوردند ہر گاہ طعام نزد ایشان حاضر میکردند میگفتہ اند از
انصاف نباشد کہ یکے در کوچہ از گرسنگی جان میدادہ باشد و ما طعام
بخوریم و آنچہ حاضر مے بودہ ہمہ را بر گرسنگان میفرستادہ اند و خود
بقوت روحانی کہ میراث ابیت عند ربی است میگذرانندہ چون از لاہور
متوجہ دہلی شدہ اند بسیاری بودہ کہ ہنوز فرسخی بل میلے طی نمودہ بودہ
اند کہ عاجزے در نظر ایشان می در آمدہ کہ پیادہ میرفتہ ایشان از مرکب
فرود آمدہ وی را سوار میکردہ خود تا منزل پیادہ مے آمدہ اند و نقاب
بر سر میکشیدہ کہ آشناے بر این عمل خیر ایشان اطلاع نیابد و چون نزدیک
بمنزل میرسیدہ اند بہ نیت اخفا باز بران مرکب سوار میشدہ اند و این
شفقت ایشان شامل حال حیوانات نیز مے بودہ تا گویند شبے ایشان بتہجد
برخاستہ بودند گربہ بر لحاف ایشان آمدہ خفتہ بود آنحضرت تا روز ہمچنان
از سرما محنت سخت کشیدہ اند و بہ بیداری آن گربہ راضی نشدہ اند و
اگر خارقے ہم از ایشان بظہور رسیدہ از وفور شفقت بر خلق اللہ بودہ مثلاً
از جملہ خوارق ایشان این سہ خارق است کہ بر نگاشتہ می آید چون
ملاحظہ نمودہ مے آید موجب ظہور آن با وجود استبعاد ایشان از نمودن
خوارق غلبہ شفقت بودہ خارق اول آنکہ یکی از فضلای دہلی کہ بکری بعقد
در آوردہ بود سالہا رفتہ او را فتحی روے ندادہ از اد عیہ واد ویہ
اثری ندیدہ چون وصف ایشان شنیدہ روزی کہ ایشان بجائے سوارہ
میرفتہ اند در عنان در آمدہ بہ نیاز تمام قصہ را معروض داشتہ التماس

زوال علیّت نموده حضرت خواجه اول بر شفقت کشوده از مرکب فرود آمده او را در کنار شریف کشیده معانقه سخت نموده اند و فرموده اند که رفته متوجه شوید که فتح است وی همان لحظه در خود قوت غریب دیده رفته و بسهولت تمام همان لحظه فتح نموده خارق دوم آنکه ضعیفه را طفلی سه چهار ساله از سر دیوار حصار فیروزآباد که زیر دیوار فرش سنگین است و ارتفاعش قریب بیست ذراع بزیر افتاده چنانکه از سوراخهای گوش آن طفل خون برآمده و نفسش منقطع شده مادر آن طفل بگریه و زاری و بی آرامی و بیقراری چاره جز آن ندیده که سر در قدم محترم حضرت خواجه نهاده التماس زندگی او نموده حضرت خواجه چنانکه عادت شریف ایشان بوده که توجه و تصرف خود را در پرده پیسی پنهان میکرده اند کتاب طب طلبیده اند و فرموده اند چنان معلوم میشود که این طفل نخواهد مرد حاضران تعجب میکرده اند که کدام کتاب مبیّن این معنی است آنگاه لحظه خاموش شده اند آن طفل محتضر بحال خود آمده حاضران را حیرت تمام روی نموده وقت دیگر عسکری دور از شیوهٔ مروّت ... بعض ... را به همسایهای ایشان ستمی نموده ایشان از مشاهدهٔ جبر و ظلم او ... شده آن سپاهی را نصیحت فرموده اند ابا و از غایت ادبار بخت اقبال ننموده حضرت خواجه از غایت ترحم بحال آن مظلوم متغیر شده با آن ظالم فرموده اند اینها در جوار فقرای خواجگان بزرگوار میباشند که بسیار غیور اند خبردار باش دران دو سه روز آن ظالم را بتهمت دزد افشاری گرفته بقتل رسانیدند و حکایات که از تحمل و بردباری ایشان از اصحاب ایشان شنوده ام بدفتر ها نگنجد جوانی از همسایهای

ایشان کہ مرتکب منکرات می بودہ وانواع شر درازوی بظہور می
آمدہ ایشان آنرا می شنودہ اند و متحمل بودہ اند روزی آن شریر را
شحنہ باشارت خواجہ حسام الدین سلمہ اللہ در قید و حبس کشیدہ این
خبر بحضرت خواجہ رسید خواجہ حسام الدین را طلبیدہ عتاب فرمودہ
اند خواجہ بعرض رسانیدہ کہ کس فاسق و شریر است چنانکہ شرارت
او متعدی و متجاوز است حضرت خواجہ آہ سرد از دل پر درد کشیدہ
فرمودہ اند آری چون شما خود را صالح باصفا و خیر یافتہ آید او در
نظر شما طالح و کدر و شریر مے در آید ما کہ بہیچ وجہ خود را از و ممتاز
ندانیم چگونہ بہ زبان نیاریم این فرمودہ اند و ویرا از حبس
خلاصی دادہ اند وی ببرکت شفقت ایشان از صلحا شدہ و این نسبت
انکسار و دید قصور احوال بر ایشان چنان مستولی بودہ کہ اگر از طالبی ناگاہ
جریمہ صادر میشدہ با ایشان میرسید میفرمودہ اند اینہا اثر بد صفتی
ماست ہرگاہ در ما بدے باشد ناچار بر اینہا منعکس میگردد این فقیران
چکنند و اگر از کسے مکروہ شرعی میدیدند بتصریح و شدت امر معروف
نمیکردند بلکہ بہ لینت و کنایہ و تمثیل میفرمودند چنانکہ ناچار دلنشین آنکس
میشد و سبب بر تصریح ناکردن امر معروف بیشتر آن بود کہ خود را از
سائر ناس ممتاز نمیدانستند و ہرگز غیبت و قدح کسے بزبان ایشان
و در مجلس ایشان نمیگذشت و اگر کسے را یاد و تخفیف مسلمانی در
حضور ایشان بخاطر میگذشت ایشان بتوصیف آن مسلمان شروع
می نمودند راقم حروف گوید روزے در زاویہ مسجدی از مساجد
تنہا نشستہ بودم فقیری بافقیر دیگر حکایت از شیوۂ اولیا میکردو درین

ضمن گفت من درین مدت زندگانی فانی خود یک مرد دیدم دانم که چون
او بی نفسی و بردباری درین زمانه نخواهد بود نام مبارک خواجه مارا
گرفت و گفت بر مزار شریف خواجه قطب الدین بودم ناگاه خبر رسیده
که حضرت خواجه محمد باقی قدس الله سره الاقدس تشریف می آرند خادم
مزار در جای که قریب به مزار بود برای ایشان سریری نهاد و بران
فرشی و ساده بگستر و پیش از درآمدن حضرت خواجه یکی از فقرای
بی قید درآمد نظرش بران سریر و فرش افتاد گفت این چیست و برای کیست
گفتند برای فلان عزیز آن بی قید بخشونت و درشتی تمام زبان بمذمت
و دشنام ایشان کشوده درین اثنا حضرت خواجه درآمدند و آن
بی قید پیش از پیش بحضور ایشان بهرزه گوئی پرداخت و گفت ای فلان
تو چه لائق آنی که اینجا برای تو فرش افگنند جمع کثیر از درویشان خواجه
که حاضر بودند بی آرام شده میخواستند وی را تنبیه و تادیب نمایند حضرت
خواجه همه را بنگاه خشم آلود ازان اراده باز داشتند و خود نزدیک آن
شتّام رفته بنرمی تمام عذر درمیان آوردند و گفتند چنانست که شما
میفرمائید من چنین و چنان چه لائق آنم این کار بی اشارت و بعلم من شده
بخشید و بشوئی من مغز خود را خالی مکنید و از آستین مبارک عرق
او را از جبین او می چیدند و تواضع ها می نمودند انگاه درمی چند طلبیده
بوی میدادند راوی گفت من هیچ تغیر و تذبذب در حال و گفتار خواجه
ندیدم آن زمان مرا یقین شد که نفس ملکی که میگفتند درین عالم بوده است
و بسیار بودی که بعضی از امرای مخلص ایشان بخدمت آنحضرت سیم و زر
میفرستادند که بصواب دید ایشان بفقرا منقسم گردد آنحضرت با وجود

تفرید و آزادگی شَفَقَۃً عَلٰی خَلْقِ اللّٰہ خود متوجہ شدہ بمستحقاں قسمت میکردند
ودر ضمن آن مبلغ از سرکار خود نیز میدادند مع ذلک بعض محتاجان و در
انکار زبان بطعن میکشودند اصحاب ایشان میخواستند بمنع آنہا مکلّف شوند
آنحضرت باّ مینے راہ انکسار مے پیمودند کہ یاران را غضب از سر برفت
وبجائی آن نرمی وشکستگی می نشست ویاران را قولاً وفعلاً بر نیستی و کم
دیدن خویش و بُردباری دلالت مینمودند و آنرا دلیل راہِ عرفان میفرمودند
واگر از اصحاب ایشان خلاف این امر ظاہر میشد بعتاب بسیار نصیحت
مینمودند چنانکہ از مکتوبے کہ بشیخ تاج درینباب تحریر فرمودہ اند واضح
خواہد شد انشاء اللّٰہ سبحانہ وزہد و استغناء ایشان از امتعۂ دنیویہ تا
بحدی بود کہ سخن امور دنیوی ہرگز مذکور مجلس شریف نمیشد مگر بتقریب
سفارش حاجتمندی و ہرگز تدبیری درین امور برای خود و درویشان
نمیکردند و در حق مریدان رشید جز بفقر و مسکنت و فاقہ و قناعت نمی
خواستند و میفرمودند ہر کہ امداد مالے از ما بظہور آید یقین داند کہ ما را
بوی در محبت دینی نقصانے ہست بعضے تونگران کہ از اہلِ ارادت
بودند التماس آن مینمودند کہ کفافی برائے فقرائی آستان ایشان
معیّن نمایند ایشان در حق جمعے کہ نسبت معنوی با نحضرت درست
کردہ بودند رضا میدادند و بما دونِ ایشان را تجویز میداشتند و از غایت
تنفر کہ ایشان را بقبول امتعہ دنیویہ بود وقتی کہ عزم جزم سفر حجاز
کردہ بودند عبدالرحیم خان المشتہر بخانخانان نام کہ از مخلصان این
طائفہ بود خصوصاً بحضرت خواجہ عقیدت و ارادت تمام داشتہ
چون آن خبر بشنود صد ہزار روپیہ کہ بزبانِ ہند لک نامند بخرچ زاد دراحلہ

ایشان و درویشان مرسل داشته عرض نمود که بقبول آن بر من منّت نهند چون حضرت خواجه آن بشنودند روی در هم کشیده فرمودند بجز رفتن چون پای گرانی آن نمیکند که اینهمه سیم و زر مسلمانان را صرف خود کنیم و ضائع سازیم نپذیرفتند و باز گردانیدند و بلی تقیدی ایشان در ملبوس و ماکول و مسکن تا بحدی بود که اگر چندین روز یک طعامی غیر مرغوب و مطبوع نزد ایشان مے آوردند هرگز نمے گفتند که غیر این بیارند و کذلک اگر چندین روز جامه در بدن شریف مانده شوخگین میشد نمیفرمودند که دیگر حاضر سازند و نیز هر چند در خانه تنگ و تیره می بودند تا آن مسکن شکسته شدی یا از خاک و خاشاک پر گشتے از انجا که غرق لجه تسلیم و رضا بودند اظهار تعمیر و تنظیف و تنویر آن هرگز نمیکردند با وجود این همه تسلیم و فنا و رفتگیها و ضعف بدن که همیشه ایشانرا بود در دوام وضو و تکثیر طاعت شغف تمام داشتند بعد از ادای نماز عشا که بحجره تشریف میبردند تندری مراقب می نشستند چون ضعف بر اعضا غلبه میکرد برخاسته تجدید وضو نموده دوگانه گذارده باز می نشستند باز چون اعضا بضعف و درد می آمد چنان میکردند اکثر شب چنین میگذشت و احتیاط در لقمه تا بحدی میفرمودند که هدیه که میرسید اگرچه آنرا بحکم حدیث صحیح تحن لا نرد الهدیه رد نمیکردند اما آنرا بخصوصه خرج هم نمیکردند بل از محل اطیب قرض حسنه میگرفتند و در بدل آن آنرا میدادند که بحکم فقها آن در رتبه دیگر در حلت پیدا میکند و تاکید تمام میفرمودند که پزنده طعام باوضو بود بل از ارباب حضور و صفا باشد و هنگام طبخ بحرف دنیاوی نه پردازد و میفرمودند از لقمه که بے حضور و احتیاط

خوردہ شود دودی می خیزد کہ مجاری فیض را مے بندد وارواح طیبہ
کہ وسیلۂ فیض اند مقابل قلب نشوند، وتہمہ مریدان را برین احتیاط
ترغیب میفرمودند وجمعے کہ فی الجملہ مسامحت دران جائز می داشتند
ضرر آنرا در احوال آنان معائنہ مے نمودند روزے یکے از دہ ولیشان
صاحب حال وکشف آمدہ معروض داشت کہ در کار خود لبستگی مے
بنیم ودر باطن کدورت می یابم ندانم چہ تقصیر از من سرزدہ آنحضرت
متوجہ شدہ فرمودند از لقمہ بے احتیاطی رفتہ است او معروض داشت
کہ لقمہ ہمان لقمۂ ہر روزہ است ایشان فرمودند رفتہ نیک تفحص نمائی
کہ غیر ازین معلوم نمیشود البتہ در جزوی از اجزاء آن فتوری رفتہ
چون نیک تفتیش نمود معلوم شد کہ دو ستہ چوبی برائے سوختن کہ نہ
ازان چوبہائی احتیاطی بودہ داخل کردہ بودند وکذلک در ہمہ
امور عمل ایشان بر عزیمت و اولیٰ بودہ و از انجا کہ در کتب احادیث
در قرارت فاتحہ خلف امام مرویات کثیرہ صحیحہ آمدہ چندروز بران
ہم آمدہ بودند کہ فاتحہ خلف امام قرأت نمایند درین اثنا امام
الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رارضی اللہ عنہ در معاملہ دیدہ
اند کہ قصیدۂ غرا در مدح خود میخواندہ اند کہ ازان این مضمون مستفاد
میگردیدہ کہ چندین اولیائے کبار در مذہب من بودہ اند بعد
ازین واقعہ ترک قرأت خلف امام نمودہ اند واین احتیاطہا کہ در
لقمہ گفتہ شد از نزاکت وصفائی نسبت لطیف شریف ایشان نیز
بود چنانچہ آئینہ از نہایت صفا تاب نفس ہم ندارد از ینجا بودہ
کہ در صف جماعہ در ہر جانب خود از خلص اصحاب خویش را ایستادہ

می کردہ اند کہ اگر بیگانہ بودہ فی الحال غفلت ونقصان او باخطرات او در آئینۂ ایشان منعکس میشدہ، روزی یکی از درویشان کہ محتاج لحاف بودہ و در خاطرش التماس طلب آن عبور مے نمودہ با ایشان نماز کردہ آن خطرۂ او بر ایشان ظاہر شدہ بعد از ادائے نماز فرمودہ بفلان و ہر کہ احتیاج لحاف دارد بدہند آن درویش میگفتہ کہ ہمیشہ ازان روز ترسان مے بودم کہ مبادا خطرۂ کہ موجب ملالت ایشان باشد بر من بگذرد و لفر بد ایشانرا آن پایہ بود کہ از ہدایت تا نہایت ہیچ یک از احوال بلند و مکاشف ارجمند سرہمت ایشان فرود نمے آمد در عین بحر یافت دم از نا یافت زدہ خشک لب بودند این رباعیۂ شریفہ نیز دلالت برین حال ایشان مینماید۔ رباعی

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود تا جانباقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند کم باید کرد و خشک لب باید بود

روزی عزیزے یکی از مخلصان ایشان کتابتی نوشتہ بود ایشان بر ظہر آن کتابت رقم نمودند کہ دریغ این عاجز گرفتار را قوت کار نماند واگر نہ بتوفیق اللہ تعالے درین دو روزہ عمر دیوانہ وار ماتم باز ماندگے خود میداشت و در صحبت جوی کیمیائے مقصود تگ و دوے می نمود و زندگانی فدائی این راہ میکرد حق تعالے درین افتادگی نیز بدردی و آشوبے کرامت فرماید کہ کار دو جہانی خود را در قبضۂ اختیار واقتدار او نہادہ از مجموع گرفتار یہا فراغے بیابیم آمین یارب العالمین امیدازان برادر آنست کہ روی بر خاک بنہد و از برائے حصول این آرزوی فقیر از خداء عزوجل بخواہد کہ دعاءُ الغائب للغائب اسرع

اجابة آمده، والدعاء. از خدمت شیخ تاج الدین سلمه الله شنودم که گفت
روزی حضرت خواجهٔ ما را وقتی رو داد که همچنین بند های قبا کشاده
با سینهٔ عریان و دستار پریشان متوجه ساحل دریا شدند آثار
شکستگی بسیار و قلق فراوان و اندوه عظیم از ایشان ظاهر بود من در
قفای ایشان میرفتم بعد از مدتی ایشان از آمدن من اطلاع یافته
آه و درد تمام فرمودند که ای فلان آنقدر واردات و احوال و فیوضات
وانوار و اسرار میریزند که اگر این دریا سیاهی شود از نوشتن آن
کوتاهی کند اما مرا از اینها چه که مطلوب من از دید و دانش دور است
له قدس سره

طلب بیچون و مطلب بیچگونه　　نه آنرا ارشیه دنی این را نمونه

و هم شیخ تاج الدین حکایت کردند که روزی در صف جماعت نماز در
پهلوی ایشان بودم در میان نماز آثار استیلای گریه و اضمحلال
از ایشان احساس نمودم بعد از ادای نماز همچنان حیران و گریان
بحجرهٔ شریف رفتند من نیز بر اثر ایشان در آمدم و همچنان ایشانرا
گریان و کثیر الاحزان یافتم بعد از ساعتی گستاخی نموده پرسیدم که
سبب این گریه بی اختیار و اندوه و آشفتگی بسیار چه باشد گفتند زین
بگذر و مارا بدین در بگذار از انجا که بعنایت ایشان بس دلیر بودم الحاح
نمودم فرمودند در عین نماز که معراج مومن است ۔ روح من در طلب مطلب
ورا الورا عروج نموده در جستجوی آن چندانکه مقدور داشت
این مرغ پر و بال زد بدستش هیچ نیامد ناچار حیران و گریان خود را در
قفس قالب انداخت این گریه از این حسرت بود و هم شیخ تاج الدین

فرمودند روزی در حجرۂ خاص ایشان در آمدم ایشانرا بغایت مغلوب و مستہلک دیدم در حکایت شدم اما آثار شعور بکلام خود در ایشان نیافتم بیشتر گفت وگو د سوال درمیان آوردم تا بعد ساعتی چند بتکلم آمدند و ساعت بساعت آثار صحو ظاهر شدن گرفت بعد ازان فرمودند فلان کس امروز عجب رسیدی دیدی یا حیرانی ما شدے کہ در حیرت و دہشت و بیستی عجب رفتہ بودیم ہم ازین غلبۂ تفرید ایشان بود کہ سرے بمشیخت و صحبت داشتن ایشانرا اصلا نبود و ایام توجہ ایشان بتربیت درویشان بدو سہ سال کشید چون حضرت ایشان ما قدس سرہٗ ازمین الطارد الطاف ایشان بکمال و اکمال رسیدند انحضرت خود را از صحبت و تعلیم ارباب ارادت باز کشیدند و یاران را چہ بتعریف و چہ بتکلیف بایشان حوالہ نمودند چنانکہ تفصیل آن در احوال حضرت ایشان بیاید انشاء اللہ سبحانہ وخود از زوا گزیدند و بشیوۂ قطب آفاق ابو علی دقاق قدس اللہ سرہٗ بدرد واندوہ عظیم سر بگریبانِ نیستی درکشیدند و جز بنماز جماعت بمسجد حاضر نمیشدند و ہر کہ ایشانرا میدید ناچار از عدمیت ایشان اراداں ینظر الی میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی ابن ابی قحافہ یاد میکرد مع ذلک از ہیبت و دہشت دیدار ایشان ہر کہ ہر کجا میبود نقش دیوار میشد و غافلان را مجبر و دیدن ایشان بمصداق خبر اذا راٗوا ذکر اللہ بلطف ...... سینا بیاے کہ روزے عبور ایشان بیکے از قراے کہ ... ازان مزار عان ہنود بودہ بوقوع انجامیدہ بمجرد ... نظر انجماعت بر ایشان او فتادہ باہمدیگر میگفتہ اندکہ این عجب مردی است کہ از دیدن او خدا بیاد ما آید و از عظمت صحبتِ

بل رویت ایشان چہ آشنا را وچہ بیگانہ را سخن برلب ومدعا در دل می پیچید و باینہمہ انکسار ایشان از دہشت ایشان بسیار مردم وانا از جامیر فتند عزیزے از اعلام فضلاے معتمر گفت روزی رسیدم بصف جماعت نماز کہ برپا شدہ بود دران صف حضرت خواجہ نیز بودند در صف پیش جائے نبود مگر پہلوے حضرت خواجہ کہ از ادب ایشان درویشان فرجہ گذاشتہ بودند مراچون بخواجہ اعتقادے چندان نبود ایشانرا طفل دیدہ بودم والحال قیاس بخود خردسال یافتہ رعایت ادب بخاطر نیامد وآمدہ خود را دران فرجہ درج کردم ساعتے نرفتہ بود کہ دیر شکوہ وعظمت خواجہ بردلم حملہ آورد وچندانکہ خود را زان میکشیدم فائدہ نمیداد تا بحدی رسید کہ بی اختیار در عین نماز اندک اندک خود را برقفا میکشیدم وتابجائی رسیدم کہ اگر قدم عقب بگذارم از صف بیفتم خبردار گشتم واز مشاہدۂ این معاملہ از مخلصان حقیقی آن عارف بزرگوار گویا شدم وباینہمہ ابہت گاہ از جوش خلق وسقوط دید خلق تنہا در کوچہ وبازار میگذشتند ودر زیر سایۂ دیوارے برخاک می نشستند باینہمہ مستیہا وفروفتگیہا وحیرت سرموی در امور شرعیہ والتزام عزیمت فتوری نمیرفت وسماع ورقص ووجد وحال را آنجا مجال نبودہ تا بحدی کہ روزے درحضور ایشان یکے از درویشان بجہر گفت اللہ ایشان فرمودند باو بگوئید کہ آداب مجلس نگاہ داشتہ بمجلس ما بیاید واگر از مریدان ترک ادبے بظہور میرسید بظاہر دیرا خشونت نمی نمودند ونمیراندند تقریب ظاہری خود کجا اما باطن خود را از وی میکشیدند یا او بستگی در احوال خود مییدید یا در خواب وواقعہ بوی امرے می نمودند

که متنبه میشد

"ای تو مجموعهٔ خوبی ز کدامت گویم" شاهد عظیم بر علو رتبهٔ ایشان همین بس که دو سه سال بر مسند مشیخت بودند درین مدت قلیله چه مردم که از خوانِ دولت ایشان روزے مند گردیدند وچه برکات وآثار که در کشور وسیع هندوستان از ایشان انبساط گرفت واین سلسلهٔ طریقهٔ نقشبندیه که درین دیار غریب بود ترویج تمام یافت بآنکه بسیار از مشائخ این سلسله آمده سالهائے بسیار درین دیار مانده بودند اما برکات این دو سه ساله دران سالها کجا بود کما لایخفے فاضلے باین حقیر گفت بعضی شیخان بزرگ صاحب حال وقال درین روزگار شصت هفتاد سال در هند شیخے کردند معلوم است که از ایشان که ماند وچه ماند شاهد بزرگے خواجهٔ شما همین بس که چهل سالگے رفتند ودو سه سالے هدایت نمودند وعالمے راه بهره ور گردانیدند واین فقیر از زبان شیخ بلند مکان لجهٔ نقر و نیاز دعرفان ارشاد پناه شیخ محمد بن فضل الله رحمها الله شنود که تقریبے را در حق حضرت خواجهٔ ما فرمودند شان بزرگے این عزیز همین بس که سه چهار سال بیش بهدایت نپرداخت وتا امروز آثار وبرکات آن روز افزون است گویند دران چند روزه ارشاد ایشان بسا شیخانے که آنحضرت درایام تردّدات طلب بصحبت آنها رسیده بودند وفاتحه ودعا و تلقین ذکر از ایشان گرفته آنها نیز منجذب شده آمده از مریدان شدند گویند بعد از قدوم هدایت لزوم ایشان بشهر معظم دهلی بعض مشائخ بزرگ آن بلده از ظهور ایشان غیرت بردند وتوجهات گماشتند آخر فائده ندیده جز ضرر خود ناچار از مخلصانِ حقیقے شدند

بعض طلاب از جاہائے دور دور بخدمت علیہ میر سید ند و برخے در
راہ عزم بودند کہ خبر انتقال ایشان شنودند مرشدی میر محمد نعمان
رحمہ اللہ گفتند بزبانی [illegible] از ملک خراسان در آگرہ بدار الشفای حکیمے
بیمار دیدم از حالش پرسیدم گفت مرد چنین رجان بودم در دکن
حضرت خواجہ باقی را درخواب دیدم و بعشق ایشان اینجا رسیدم
چون خبر انتقال ایشان شنیدم ازین اندوہ ملول شدم و اکنون
بیمارم و باین حال خراب از عشق آن بزرگوارم، این گفت و زار
بگریست اکنون چون حرف انتقال ایشان رسید زبان شکستہ خامہ
را بران قصہ باید آورد چون سال عمر شریف حضرت خواجہ با چہل
رسید کہ تکمیل تمام طبیعے انسانی دران است و تکمیل معنوی را نیز دران
اثری لاجرم حضرت خواجہ را بعد ازین اربعین از تنگنای این جہان
پر ملال ہوس انتقال شد اگر درین ایام خبر رحلت کسے می شنودند آہ
سرد از دل سراپا درد بر آوردہ میفرمودند خوش خلاص شد و مراد آنحضرت
باین خلاصے تعری از لباس ہستی موہوم بود و مجرد شدن مشہود
از خیال کہ لازم زندگانے این جہانی است چنانکہ عارف رومی قدس
اللہ سرہ الاقدس بزبان انتقال مترنم این مقال بود ؎

من شوم عریان ز تن او از خیال تا خرامم در نہایات الوصال

دران ایام واقعہ نسبت بخود دیدند کہ آخر آن این عبارت بود بقیت
وحیداً طریداً فریداً و نیز درین روزہا بیکے از اندراج المطاہرہ
خود فرمودند کہ چون عمر من بچہل سالگی رسد مرا واقعہ عظیم پیش آید
و برای تفہیم او بطبیعت آمدہ کہ خدمت مبارک گشودہ نمودند فرمودند

این لطیفه برکف منست لنشانهٔ آنست که گفته شد هم درین ایام گویند
روزی آئینه بردست گرفته یکی از ازواج خودرا طلبیده فرمودند بیا تا
ما هم درین آئینه نظر کنیم آن عفیفه میفرموده در آئینه ایشان را پیر سفید
محاسن دیدم ترسیدم و گفتم بمن اینچنانمی نماید که من زهرهٔ مشاهدهٔ آن
ندارم تبسم فرمودند و خودرا بصورت اصلیه خود که محاسن عنبرین بود وا
نمودند هم درین ایام چنانچه عادت شریف ایشان بوده که مکشوفِ
خودرا خواب گفته مذکور میکرده اند روزی بر زبان شریف رانده اند
که در بعضے خوابهائی معلوم میشود که درین نزدیک کس کلانے از سلسلهٔ
علیهٔ نقشبندیه فوت خواهد شد انگاه فرموده اند که جائے در کنار شهر دهلی
باید اختیار نمود و ترک اختلاط خلق کرده همانجا مدفن شد درین باب بعض
خلص اصحاب خودرا استخاره فرموده اند چون اجازة معلوم نشده
ترک آن اراده نموده اند باز روزی فرموده اند که دیده شد که میگویند
برای غرضے که ترا آورده بودند تمام شد الحال سفر باید کرد مرتبه دیگر فرمودهٔ
اند دیده شد که میگویند قطب زمان در گذشت درین حین من قصیدهٔ
غراو مرثیهٔ خود میخوانم و تعریفات عالیه دران مندرج است چون اواسط
شهر جمادی الثانی سنه هزار دو وازده رسیده امراض بر ایشان
غلبه کرده درین ایام فرموده اند حضرت خواجهٔ احرار رضی الله عنه
را نخواب دیدم که فرمودند پیراهن بپوشید بعد از نقلِ این خواب
حضرت خواجهٔ ما تبسم نموده برزبان رانده اند اگر زنده مانیم چنان
کنیم و الا کفن هم پیراهنی است و همچنین یکے از مخلصان که درین ایام
ارادهٔ سفری داشت فرموده اند چند روز کسے جائے نرود یدکه آخرهای

بازارماست بعض مخلصان رشید درین ضعف غوامض علوم تحقیق مے
نموده اند وآنحضرت تحقیقات عالیه میفرموده درین میان شبے ضعف
غلبه نموده چنانچه گویا حالت نزع بظهور رسیده بعد از مدتے بحال آمده
فرموده اند اگر مردن عبارت ازین است چه نعمتے بوده است که ازان
حال بر آمدن خوش نمے آید، روز شنبه بست وپنجم ماه مذکوره آثار
احتضار ظاهر شدن گرفته بنظرها ئی که متضمن وداع یاران باشد می
نگریسته اند واصحاب میگریسته اند والیشان تبسمے وتعجبے مینموده
اندگویا ناده آن میکرده اندکه عجب از شماکه درویشانید وازدائره رضا
بقضا بیرون آمده فزع مے نمائید درین اثنا بر زبان درویشے کلمهٔ
متبرکه یا اله العالمین رفته بسرعتے تمام منجانب دے دیده روی مبارک
بجانب او گردانیده اند یکے از حاضران گفته این توجه وتحرک الیشان
ازشوق استماع تام محبوب بود ازین سخن آب درچشم مبارک جمع شده
پاسے از روز مذکور مانده بود که جهراً بذکر اسم ذات مشغول شده اند و
همچنان الله گویان جان بجانان سپرده رضی الله تعالیٰ عنه بعد از انتقال
موضعے که خاطر مخلص اصحاب ایشان بران قرار گرفته برائے قبر حفر
نموده چون جنازه را درویشان دلریشان برداشته اندازدیوانگے
که حاملان رابوده بانجاکه حفر قبر نموده بوده اند تابوت را نبرده اند بل بزمین
دیگر برده فرود آورده اند بعد از فرود آوردن دران زمین چه بنید که
این زمین مکانے بوده است که روزی حضرت خواجه تقریبے رابا یاران
بآن موضع رسیده آنجا راخوش کرده وضوی ساخته دوگانه گذارده
بوده اند وخاکے ازان موضع پاک بدامن مبارک ایشان چسپیده بوده

برزبان شریف رانده اند که خاک این موضع دامنگیر باشد لاجرم در همان مکان که جوار قدمگاه حضرت رسالت پناه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم است ونزدیک شاه راه، آن شاه اقلیم ارشاد را گنج وار نجاک سپردند وامروز بہ یمن سعی خدمت خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ تعالےٰ حوالے آن مزار از آبشار د اشجار وازہار بہشتے شده یُزَارُ وَیُتَبَرَّکُ وَیُنفَعُ ؎

شمع مزار او ہمہ نور غفور باد دلہائے زائرانِ درش غرق نور باد

فضلا و عرفا مرثیہا با تواریخ انتقال رقم زده اند اینجا با یراد تاریخ منظومہ کہ راقم را روی داده اکتفا میرود ؎

ذاتی کہ بدوست بود باقی از خود ہمہ فانی الصفت بود
برخالقِ خویش جملگی عشق برخلق تمام عاطفت بود
دی تشنہ دلم بسالِ فوتش خوش گفت کہ بحرِ معرفت بود

(از زبدة المقامات)

مثنوی قبل از زمانِ درویشی

در توحید باری عزّ اسمہٗ

بنام آنکہ دریائی وجود است — زیک موجش دو عالم را نمود است

عجب بحر است خود در خود شناور — تعالیٰ شانہٗ اللہ اکبر

نمودی فارغ از ننگِ خدائی — فرو رفتہ بہ بحرِ آشنائی

زیک بحر است چہ انفس چہ آفاق — چہ حسن و عشق چہ قید و چہ اطلاق

ہمان بر وحدتِ خود پائی برجا — زخود کرد این ہمہ کثرت ہویدا

زبحرِ جودِ او کونین جوئی — زجوئی لطفِ او آدم سبوئی

ازین کثرت نیفزود اعتبارش — وزین جنبش نشد ہرگز قرارش

حوادث را بدان آتش نیست کاری
نیاید ہرگزش تو اعتباری

(خواجہ باقیؒ)

مثنوی

در بیانِ آنکه وجودِ صوریٔ انسان ہر چند از عالمِ خلق است اما حسبِ باطن از حضرتِ قدس است

من نہ ہمینم[1] کہ نمودِ من است
جایٔ دگر رقصِ وجودِ من است

نقطۂ محرابِ جماعت منم! | دانۂ سیرابِ زراعت منم
آبروئی پیشانیٔ من دلکش است | قطرۂ نیسانیٔ من آتش است
عقل نمک ریزِ کبابِ من است | خونِ جگر نامِ شرابِ من است
مردمکِ دیدہ بہ ہندوی ام | گوشِ نصیحت بہ رضا جوئی ام
دیدہ متاعِ سرِ دکانِ من | شورِ دو عالم بہ نمکدانِ من
خنجرِ مژگانِ سرِ جوگانِ من[2] | گوی توجہ نمکِ جانِ من[3]
نافۂ مشکم شکر آمیختہ | در تہِ سرپوش نمک ریختہ
بر سرِ ہر بند گہر ماندہ ام | در تنِ ہر موی شکر ماندہ ام

---

(۱) چنینم (۲) بس است (۳) بس است

خامهٔ(۱) کلیدِ سرِ انگشتِ من | گنجِ دو عالم همه در مشتِ من
تکیه به بالینِ جگر کرده ام | خرقهٔ آلوده بدر کرده ام
غنچه تماشای بستانِ من | رشکِ بهار است زمستانِ من
حرفِ من اکنون بسخن گوئی است | در پی(۲) معجونِ هنر جوئی است
بر سرِ هر نکته علم می کشم | هر دم و هر لحظه ستم می کشم
دیدهٔ عالم بتماشای من | بلبلِ(۳) من غنچهٔ سودای من
گر به(۴) سرم در بدری نیستم | زانِ خودم از دگری نیستم
گوهری از کانِ ضمیرِ من است | از نمکِ ساده خمیرِ من است
صفحهٔ خاطر ورقِ خویشی ام | تاجِ مکلل سرِ درویشی ام
آه چه گفتم دمی خامی زدم | دستهٔ کوته بتمامی زدم
هر چه مرا هست ازو دیده ام | ریزهٔ(۵) خوان از کرمش چیده ام
کرده بهنگامِ بیانِ ادب | نرمی و سختی بفسون و غضب
زان یدِ بیضای تقصیرِ من | ساخته مقراض گلوگیرِ من
خورده وکالانِ حرمِ اتحاد | آدمیانند فرشته نژاد

---

(۱) خامه کلید است در انگشتِ من (۲) یعنی که معجونِ الخ (۳) بلبلم و غنچه بسودای من
(۴) امد بدرم الخ (۵) ریزهٔ خوانِ کرمش چیده ام

پیر و جوان خوشهٔ یکدانه اند — یک کف سرجوش کریمانه اند

در نظرت هر مژه چندین کژیست — احولیت باعث این کژرویست[۱]

خیز و زمانی نظرت راست کن — رشتهٔ خود را گهر آراست کن

شیر شکاران مسیحی نفس — بیهده چندین نه زنندی نفس

ای نمک بی نمکان در دلم — شورش شوریده دلان حاصلم

آتش سودا سوی مغزم دوید — اشتر[۲] رهوار مرا پی برید

زخم دلم مرهم آن دود شد — ریزهٔ الماس نمک سود شد

آتش و آبی که درین منزل است — چشمهٔ ره منتظر بسمل است

خاک بشو دل بگرانی منه — پشت تغافل بجوانی منه

بی غرضی شمع نیفروختند — بیهده افسانه نیاموختند

خیز و بسودای شکاری تباز — چند نشینی، پی کاری تباز

مست نه پای خماری[۳] بگیر — دست و دل و دامن یاری بگیر

---

(۱) کژ منظریست (۲) ابرش رهوار الخ (۳) کسے را گیر

در بیانِ آنکه دُنیا و غمِ دُنیا هیچ است و ازآنِ مطلق اوست

این همه سررشتهٔ پُرتاب و پیچ — جز غمِ بیهوده چه چیز است هیچ
غارتیان اند نگاهی بکُن — از پیٔ غارت شده آهی بکُن
ای خنک آنها که ازین رسته اند — دل به چراگاهِ[1] دگر بسته اند
دست بفتراکِ سحابی زده — آتشِ خود را کفی آبی زده
سوخته ای خرمنِ مهتاب را — بسته بآتش گذرِ آب را
خار مشو در قدمِ گل نشین — در بُنِ دندانِ توکل نشین
دستِ طمع از دلِ خود دُور کن — کلبهٔ خود خانهٔ زنبور کن
گر مگسی دستِ ملامت مگیر[2] — ور نه ره ورسمِ سلامت مگیر[3]
بر سرِ هر خوان نظر انداختن — نردِ زبون گیریٔ خود باختن
دل به شبیخونِ کشایش دهی — هیزمِ بوسیده بآتش دهی
بر سرِ هر لقمه گرانی کنی ! — آب شوی جرعه فشانی کنی
سنگِ ملامت بسرِ دندانِ تو — زخم زبان مائدهٔ خوانِ تو
گوش بر آوازِ دهش[4] ماندهٔ — مانده در کامِ سخن ماندهٔ

---

(۱) به گلستان (۲) بگیر (۳) بگیر (۴) دهن -

دست سوی خوانِ عنایت بکن | این همه هیچ اند و کفایت بکن

کیست پس و پیش پس و پیش اوست | رازقِ هر خواجه و درویش اوست

جمله از آن خوانِ کرم می رسد | هم بخوشی هم به ستم می رسد

گر بمثل سنگِ حصار آوری | از خور و آشام کنار آوری

تنگ ببندی [1] رخ مقصود را | سنگ دهن [2] خواهشِ نابود را

روزیِ [3] پیوسته خرامان رسد | باز رکان بر سرِ احسان رسد

در پیت از روح سبک تر رود | باد شود با نفست در رود

ور بهوس پای طلب بر نهی | خواهشِ عالم همه در سر نهی

باد شوی در طرفِ جستجوی | خاک شوی در گذرِ آبروی

آنچه نه از دست تغافل کند | غنچهٔ بیهوده گیت گل کند

دست خوشِ سنگِ ندامت شوی | مسخره و گوی ملامت شوی

صاحبِ عالم به همه حاضر است | بر بد و بر نیکِ همه ناظر است

باش [4] که چون روزِ قیامت رسد | از همه سو بانگِ ندامت رسد

شحنهٔ پرسش بشتابت [5] رود | بر سرِ دیوانِ حسابت برد

خواهش اگر بیش و اگر کم بود | پایهٔ خواهش به جهنم بود

---

(۱) لب (۲) دهی یا زنی (۳) روزی تو بر تو فراوان رسد (۴) آه (۵) به ندامت برد.

بر سرِ چه پای چو نهادن است | خواه یکی خواه دو افتادن است
جانبِ خوبان نظر افگندنت | زندگی و بسیار بود مُردنت

حکایت

بی خبری بود گرفتارِ خویش | جوش زن از گرمیِ بازارِ خویش
مرحله پیموده بسودای زر | کرده به هر بادیهٔ[1] خود گذر
ناگه از انجا که به پیشانیش | بود دو حرفی ز پریشانیش
گوشهٔ چشمش به نگاری رسید | طرفه نگاهی پی کارش رسید
خواجهٔ سودا زده دیوانه شد | فتنهٔ[2] آن نرگسِ مستانه شد
آن همه اسباب به یک جو فروخت | خرمن بی فائده را برق سوخت
رقص کنان گرم تمنای خویش | نه سرِ سودای و نه پروای خویش
همسفری داشت ز سودای خام | شد به ملامت گریش تیز کام
آمد و گفت این همه مستی که چه | بی جهت این باده پرستی که چه
یک نظر است این همه غولی مکن | با خبرم از تو فضولی مکن
چون نفسِ[3] سرد بگوششش رسید | گفت که ای دردِ دلِ تیغ ناپدید

---

(۱) بادیهٔ و درگذر (۲) عاشق (۳) سخن

بی خبری از من و کردارِ من | رو کہ نہ محرمِ اسرارِ من
شعلۂ دیگر بجگر ما غم رسید | بادِ مسیحا بدماغم رسید
شد چو بدل ریزۂ الماس خوار | خواہ یکی ریزہ و خواہی ہزار
ور سخنم را بگزاف آوری | بر سرِ تہمت ہمہ لاف آوری
مردنم اینک خبرِ حالِ من | دادنِ جان شاہدِ احوالِ من
چون دمِ آخر نفسِ گرم داشت | دستِ(۱) اجل بس روشِ نرم داشت
آمد و آن نقدِ گرامی سپرد | سردی و گرمیش تمامی سپرد
باقی از افسانۂ مردم خموش | در تو اگر چاشنیٔ ہست جوش
ورنہ برو آتشِ می وام کن | ساقیٔ خود را نفسی رام کن
تا بتو یک جرعہ عنایت کند | حاصلِ کونین کفایت کند
ساقیٔ الہام، مے آمد مرا | حصہ ہمی جامِ مے آمد مرا
دست برآور بہ مے لالہ رنگ | شیشۂ ناموس بیفگن بسنگ
تا گر امروز براہی شوم | قابلِ تسخیرِ نگاہی شوم
عشق بشارت دہِ فرزانگی است | عشق نہ از جملۂ دیوانگی است
عشق کمال است بہر سو کجاست | قصۂ عنقا صفتِ کیمیاست
عشقِ مجازی لقبِ او مجاز(۲) | صد در از و سوی حقیقت(۳) دراز

(۱) دست اجل از تنفس آزرم داشت (۲) نہاد (۳) کشاد

دستِ من اکنون بگہر سُفتن است — روزِ نخستینِ سخن گفتن است

روزِ دگر رونقِ دیگر دہم — حصّۂ درویش و توانگر دہم

کوششِ من آنکہ بدریا رسم — موجہ برآرم بہ ثریا رسم

چند دگر سنگ کنم قوتِ خود — در صددِ سُودنِ یاقوتِ خود

باغِ بہشتم نفس گل کنم — ہرچہ بگویند تحمّل کنم

کام شوم مشربۂ دل خورم — جام شوم زہرِ ہلاہل خورم

دستِ مرا سوی محمّد برید — بردرِ دریوزۂ احمد برید

بر سرِ آن خوان کہ کریمان نہند — شاہ و گدا را ہمہ یکسان نہند

ہمتِ پیران مددِ جانِ من — لطفِ عزیزان پیٔ درمانِ من

ارکہ بہمسائگی مردم است — گرہمہ دیواست ازہش خودگم است

عشق سخندانِ رموزِ من است — دردلِ شب مشعلہ سوزِ من است

زینتِ دل رونقِ ایمانِ من! — مونسِ من، محرمِ من، جانِ من

حالِ تو ہم باتو بگویم کہ چیست — خود تو بگو محرمِ این پردہ کیست

ای تو نمک پاشِ کبابِ دلم — چاشنی اندازِ شرابِ دلم

موی شگافندۂ معنی توئی — شاہد و ساقی و مغنّی توئی

روی زمین آب و ہوا از تو یافت — پشتِ فلک چشمہ جود از تو یافت

پنجۂ خور مشعل بردارِ تو! — ثابت و سیارہ پیٔ کارِ تو

ای که سرِ عشقِ مجازی تراست / خواهشِ این شعبده بازی تراست
بایدت اوّل ادب آموختن / دیده بهم دوختن و سوختن
بی ادبی راه نمودِ هواست / وہ که هوا از چه و عشق از کجاست
گر سرِ انسان است سخن گوش کن / ورنه مگو بیهده خاموش کن

حکایت

در طرفِ روم یکی ماه بود / لایقِ نظاره و دلخواه بود
شهد و شکر را بهم آمیخته / بر سرِ آن کانِ نمک ریخته
شانه و آئینه فگنده ز دست / رسته ز منت کشیٔ هرچه هست
در هوسِ زینتِ رخسارِ خویش / کرده حواله به ادب کارِ خویش
عنبرِ احسانِ عمل یافته / غالیهٔ عزّ و جلّ یافته
بادِ مسیحایئ نزهت گریش / ساخته از گردِ تکلف بریش
سروِ قدش در روشِ روحِ پاک / وز خمِ تعظیم ببوسیده خاک
ماه که سرحلقه بگردن نهاد / صبح نگر روی بزمین چون نهاد
چونکه بنفشه سرِ تعظیم یافت / دست دماغ از کرمش سیم یافت
سنگ دو روزی بادب در نشست / لعل شد و بر سرِ سنجر نشست
خسروِ عاقل دمِ بیباک زد / آمد و زخمی جگرش چاک زد

کوه کن از تلخیٔ تمکینِ خویش
شیر بها یافت ز شیرینِ خویش

غنچه نفس در قفسِ خویش کرد
چشمِ ادب یکدو نفس پیش کرد

آخر گلبانگِ تحمّل[1] گرفت
دست کشاده دَهَنِ گل گرفت

ساده رخی رفت به مهمانیش
لب همه افسونِ پریشانیش

آن صنم القصّه ادب کیش بود
بر بد و بر نیک خوش اندیش بود

گفت که ای سیمبر این شیوه چند
نخلِ بَرومند تویٔ میوه چند

دست بشاطه گری باز کن
گرمیٔ بازارِ خود آغاز کن

گل به شبِ تیره منوّر که دید
محتشمی بی زر و گوهر که دید

گویٔ فلک این قدر آهسته نیست
دیدهٔ خورشید فرو بسته نیست

وقت کمالست نشستن که چه
ختمِ ما[2] نیست شکستن که چه

لازمِ خوبیست ستم کیشیت
معنیٔ نازاست کم اندیشیت

زهر گیا ار بکشد باک نیست
در نفسِ ما و[3] تو تریاک نیست

شوخ ادب چون سخن بزم گفت
گرچه بر آشفت عجب گرم گفت[4]

کرد لب از آتشِ معنی خموش
گفته خرد نکته به نکته بگوش

---

(۱) تجلّی (۲) آخرِ ما نیست شکستن که چه (۳) ماه (۴) سفت

مثنوی گنجِ فقر

کنم از گنجِ فقر آگاہ انیک
درآیم در سخن بسم اللہ انیک

مثنوی

دُعا و التجا

خداوندا بفقرم راه بنمای !
دری زان ره سوی درگاه بگشای

کسانه ناکامیِ خود کام یابم
دران افلاسِ کُل آرام یابم

غنا در فقر و فقر اندر غنا گُم
بشوییم دست ازین شوریده قلزم

شوم در قعرِ دریایِ الٰهی !
امانت دارِ دُرهایِ الٰهی

ز آشوبِ دماغِ پُر تحیّر
گهی خود را صدف بینم گهی دُر

گهی زین هر دو بالاتر گریزم
صفاتِ بحر را در خود ببینم

بجنبش آیم از موجِ تفکّر
کنم دامانِ کوه و دشت پُر دُر

بگیرم در کف از دُرِّ شاهواری
هم از خود بر خود افشانم نثاری

زجوشِ سینه چون گردم سُبک سیر
ببیند از نوای این کهن دیر

آغازِ گنج فقر

بیا باقی چرا زین گونه پستی
اگر دریا نه خود قطره هستی

صدف چندی گرفته در کنارت
زبی رنگی برنگ افتاد کارت

صدف بشکن ز دریا گوهر آور
تو خود غواصِ خود شو سر بر آور

عروسان طالبِ این گوشوارند
برون آتا بپایت سر گذارند

یکی در پردهٔ گفتار برخیز
بگوشِ نوعروسِ خوش درآویز

اگر شد پرده نا زیبا چه باک است
جمالِ پردگی بس تابناک است

چونورِ پردگی بیرون نه تابد[1]
کسی از پرده جز نامی نیابد

طلب بسیار شد وقت قبول است
بگویم گرچه می دانم فضول است

کنم از "گنجِ فقر" آگاه اینگ[2]
درآیم در سخن بسم اللہ اینگ

---

(۱) شتابد (۲) اندک

در توحیدِ باری تعالیٰ
عزّ اسمہٗ

بنامِ آنکہ دریای وجود است
ز یک موجش دو عالم را نمود است

نمودی فارغ از رنگِ خدائی(۱) | فرو رفتہ بہ بحرِ آشنائی
چو انجم پردہ را یکسو نکردہ | برون گشتہ پیِ اظہارِ پردہ
ولی انجم پرستِ چند کوتاہ | نگر دیدند ازین اظہار آگاہ
ز استیلائی عشقِ نامُقیّد | فرو رفتند در(۲) انجم مجرد
شدہ در قیدِ ناپایندۂ چند | ہوادارِ فرو آیندۂ چند
بسی کمیاب می باشد درین کوی | خلیلِ لا اُحِبُّ الآفلین گوی
کجا آن غرقۂ بحرِ مطالب | کہ سر پیچد ز امواجِ کواکب
وجودش موجِ اللٰہی بیابد | ز اصلِ موجِ آگہی بیابد
ببیند موجِ حُسن و عشق یکدست | شود زین(۳) موجِ عالمگیر سرمست
نہ یک بحر است چہ انفس چہ آفاق | چہ حسن و عشق چہ قید و چہ اطلاق

(۱) جدائی (۲) در نجم مجرد - (۳) با موج

عجب بحر است خود در خود شناور   تعالی شانه الله اکبر!

اگر علمی است از علم خدائی است   خودی هم کبریائی بادشاهی است

درین معموره کثرت را چه کار است   همین یک ذات و دیگر اعتبار است

اگر قدرت وگر علم و اراده است   بظاهر نسبتی[1] چند اوفتاده است

همان اصل نسبتی چند و چون است   ز هر نسبت که میدانی برون است

ز بحر جود او کونین جوئی!!!   ز جوی لطف او آدم سبوئی

سبوئی نه که از جوهر کشد سر   سبوئی آب زنگار و شناور

سبوئی خاک و آتش را ندیده   خدائیش جمله از آب آفریده

چو آب صاف خالی از کثافت   شده ظاهر ز بیرونش لطافت

لطافت عکس نور لایزالی   نه آن عکسی که از اصلست خالی

چه عکس است این قدر از اصل معمور   چه نور است این همه سبحان ذی النور

زهی[2] قدری که چندین بیش و کم ساخت   ز بحرش قطرهٔ بیرون بینداخت

همان بر وحدت خود پای برجا   ز خود کرد این همه کثرت هویدا

ازین کثرت نیفزود اعتبارش   وزین جنبش نشد هرگز قرارش

حوادث را بدانش نیست کاری   نیاید هرگزش نو اعتباری

بنام ایزد زهی دریای سرمد   تعالی الله زهی ملک مؤبد

---

(۱) نسبتی (۲) زهی نوری یا زهی قدرت

ازین دریا نمیدانم چه گوییم | چون در موجش ز هستی دست شوییم
چو من در نیستی گردم تهی گرد | که خواهد گوهر از دریا بر آرد
خبر داران این بحر پر از نور | وجودی داشتند از غیر مستور
قباب[1] عزت اندر رو کشیده | جمالش چشم مخلوقی ندیده!
در آن پرده که دریا خاص خود بود | چنین دانم که خود غواص خود بود
چو من در موج دریا ره نوردم | گهی در فرق وگه در جمع گردم
چه[2] گوییم زیر چوگان ارادت | بشارت باد بختم را سعادت

مناجات

خداوندا درین چاه نفس گیر | طلسم حیرت[3] و زندان تزویر
حلاوت گیر دلهای عزیزان | فرح بخش دماغ بی تمیزان
سرای سر بسر خون ریز مردم | مشعبد خانهٔ پر مار و کژدم
همه منقاد ابلیس لعین را | نهاده زخم جان نازنین را
بسر بازی رسیده نفس نامی | کشیده از می ابلیس جامی
قبولی گرچه از شیطان شنوده | ز شیطان گوی رسوائی ربوده
همان[4] ابلیس را فرزند بی قیل | خطابش قرة العین عزازیل

---

(۱) نقاب غیرت بر رو کشیده (۲) چو (۳) حسرت (۴) همه

ز آتش زاده دیو آدمی رنگ — به آتش بارگی عالم از و تنگ

من بیچاره در دامش زبونم — درون چاه او بارش نگونم

گهی در خشم گه در آرزو خوار — میان آب و آتش دارم[۱] کار

گهی در خلوت شیطان کشد رخت — در ایوان سیه بختان زند تخت

گهی در روی کارم پرده آرد — یقینم را بتاریکی گمان آرد

گهی تا زد پی کسب کمالات — دهد نقدم بتاراج خیالات

گهی این نا قبول از لبس عداوت — پی جذب قلوب آرد ارادت

ز درویشی کند شرح و بیانی — ز علم و شعر خواند داستانی!

گه آید در سکوت و در تفکر — شود اهل ارادت[۲] را تصور

که جانش غرق دریای وجود است — برون از خلق در عین شهود است

زمانی در مناجات آورد روی — ز فکر آخرت گردیده یکسوی

که از بهر چه تخم زهد کارم — ثمر لذات فردوسی ندارم

ازین غافل که دنیای لعین را — بپرورده فساد کار دین را

یعنی دوست را پرده نتوان — چو پرده دری عبادت کرد نتوان

گهی در عشق بازان[۳] افکند روی — هوا دار بتان عنبرین موی!

---

(۱) دارم این کار (۲) از (۳) بازی افگند گوی

دل اندر دستِ نظاره نهادن — متاعِ عقل و دین از دست دادن

برآید دودش از زلفِ مجعّد! — دران دامِ بلا گردد مقیّد

چو بیند فتنهٔ رفتار و قامت — فراموشش شود هولِ قیامت

چو چشمِ پرخمارا فتند و چارش — شود آشفته رو(۱) زِ روزگارش

کند مژگانِ خون ریز از کناره — به عیّاری دلش را پاره پاره

نگاهی آتش افروزِ جنون(۲) را — بسوزد خرمنِ صبر(۳) و سکون را

فسون از دولتِ تریاک رویش — ز نخلستانِ خلد آرد فتوحش

شود افسانهٔ روحِ دماغش — دمِ سردی برافروزد چراغش

به تهمت(۴) های خون ریز ارشود خیر — نه دینش ماند و نی دل نه تدبیر

درین دکانِ سودا چند باشم — باین آهنگ تا کی دل خراشم

غباری را که بنهادی اساسش — به لطفِ خویش کردی روشناسش

نخست از خلوت افگندی برونش — بدین ویرانه کردی رهنمونش

فرستادی درین ظلمت سرایش — شکستی خارِ محنت زیرِ پایش

به صد بیگانه سرافرازه(۵) کردی — بچندین دیو و دد همسانه(۶) کردی

محبّت نامه در جنبش نهادی — دبستانِ بلا را در گشادی

---

(۱) روی (۲) بار (۳) صبرش به یکبار (۴) تکلّم های یا تبسّم های۔

(۵) هم افسانه کردی (۶) هم خانه کردی۔

بأستادِ هوس تسلیم کردی | بخدمتگاریش تعلیم کردی
نسیمِ غمزه سر دادی بیا غش | دمی طرفه دمیدی در دماغش
عنانِ عقل بگرفتی ز دستش | بشیرین عشوهٔ دادی شکستش
طریقِ عشق بازی را نمودی | دلِ ناکرده کارش را ربودی
خود از هر سو عبیر افشان رسیدی | باندازی که می بایست دیدی
لباسِ مختلف پوشیده سرمست | ربودی صبرش از دل کارش از دست
بحمدالله که مسجودم تو بودی | خدا را بودِ نابودم تو بودی
اگر در دیر و گر در کعبه بودم | بتو می گفتم از تو می شنودم
تو بودی حلِ چندین مشکلِ من | تو بودی راحتِ جان و دلِ من
همین سرگرمِ سودای تو بودم | بهر جا در تمنای تو بودم
اگرچه این سخن مستانه گفتم | غبارِ شرکِ چندین ساله رفتم
دو روزی کاندرین بتخانه بودم | بسانِ سبحهٔ صد دانه بودم
دلی هر یک برآورده (۲) ز کانی | بهر جا رنگی و هر سو نشانی!
درِ توحید بر رویم (۳) کشادی | شعوری در دل رسته نهادی
وجودِ رسته برقی گشت سوزان | نه در خرمن صد رنگ پوشان

---

(۱) بآئینی که الخ (۲) زکانی (۳) رویش

برون رفتم ز خود چون دانه از پوست | بجستم از میانِ دشمن و دوست
وگر دانی که من حق ناشناسم | درین معنی ز اربابِ قیاسم
مرا بردار، خود کن ترجمانی | انا الحق گوئی و سبحانی تو دانی
چو من بی اعتباری خاک بهتر | ازین رخشِ نقدِ هستی پاک بهتر
درین دریا که ناپیدا کنار است | حبابی گر فرو ریزد چه عار است
ربودی(۱) خواهم از یک جوش آهنگ | که هم تا جم براندازد هم اورنگ
غباری آیدم در دیده گستاخ | نه از صحرا خبر یابم نه از کاخ!
دماغم خود فروشی می نماید | مهی گر پرده پوش آید خوش آید
درین فیروزه کاخِ آدمی خوار | غریب افتاده ام بی یار و غمخوار
تو ای مسکین نواز و بنده پرور | به جولانگاهِ هیجانم در آور
چو در گور استخوانم را گذارند | پی گفت و شنودم بر نیارند
که من رنگ ریا و شک ندانم | من و مادر وجودِ خود نه خوانم
مرا بی حاصلی هایم تمام است | عذابِ گور ترسیدن(۲) کدام است
بجانم زان(۳) شعور و نکته دانی | تو دانائی بکن کاری که دانی

---

(۱) زبوری خواهم از یک لب خوش آهنگ (۲) پرسیدن (۳) ندانم من شعور الخ

حکایت

شنیدستم که می نالید پیری ‏ ‏ ز دنیا وز عقبیٰ گوشه گیری
جنون در کارِ کاوِ سینه اش بود ‏ ‏ ہوای خلوتِ دیرینه اش بود
همان بیرنگی و بی اعتباری ‏ ‏ دمادم می فزودش بی قراری
همانا بود اوّل می ربودش ‏ ‏ جمالِ خود نهانی می نمودش
سرشک از دیده می بارید و می گفت ‏ ‏ شگافِ سینه می خارید و می گفت
که هر کس را تمنائی محالی است ‏ ‏ نهانی هر دلی را قیل و قالی است
مرا هم در دماغِ آرزو خیزد ‏ ‏ بخاری می رود نومیدی انگیز
که می دانم مرادم بر نیاید ‏ ‏ ازین ششدر کشادم بر نیاید
ولیک از قسمتِ قسّامِ ذوالمنن ‏ ‏ نصیحت ناشنو جانی است درمن
همین نابودِ خود می خواهد و بس ‏ ‏ همین در آرزو می کاهد و بس
چو در حشر از لحد بیرون کنم سر ‏ ‏ ز من بوئی نه بینند(۱) اہلِ محشر
مبادا آن دمم شود(۲) از خود گرفتار ‏ ‏ ز نفسی نفسیم افتد سر و کار

---

(۱) نیابند (۲) شوم

بفضلت چون بهشت آیم خرامان | غبارِ قصر و باغ از من برافشان
دماغِ خودپرستی نیست در من | تمیزِ بالا و پستی نیست در من
بلی آن را که چشمِ تیزبین است | دلی[1] با داغِ حسرت هم نشین است
برون از دوست آرامی ندارد | بخود قطعًا سرانجامی ندارد
من[2] این طفلِ سخن نادان ورخواب | پی آن نیز[3] گیرم اندرین باب
زمانی حلقهٔ این درزکم چیست | کنم بندِ تعلق از همه سست
شوم همراهِ[4] مردان اندرین غار[5] | متاعِ فقر را گردم خریدار
با تش در دهم رختی که دارم | قلندروار آهنگی برآرم
برهنه از خود و فارغ ز پندار | ازین بازار بردارم سروکار

زلوحِ دل تراشم نقشِ هستی
زمانی وارهم زین خودپرستی

---

(۱) دلش (۲) من و این طفلِ نادان در خورد خواب (۳) راه گیرم (۴) هم تگ (۵) کار

در نعتِ حضرتِ رسالت پناه صلی اللہ علیہ وسلم

گرم فیضِ ازل بخشد دل و دست
که در هم ریزم این بتخانهٔ هست

ازین اقبال یا بم احترامی
کنم خاصانِ احمد را سلامی !

سرشک افشان زمین بوسی ثنا گوی
بسلطانِ رسالت آورم روی

چو در نظاره اش روشن کنم رای
دران نظاره جاوید افتم از پای

تماشا را جگر بخشم که می جوش
تمنا را دهن گیرم که خاموش

بدل گویم سعادت ہم نشین است
مقامِ قاب قوسینِ تو این است

جمالِ خواجه معراجِ وجود است
قبولش دُرة التاجِ وجود است

نسیمِ رحمتش پیکِ امین است
زمینِ خدمتش عرشِ برین است

چو در ایوانِ مازاغم مقام است
بهشت و حور و قصر اینجا کدام است

ثنایش با ثنا خوانش بگذار
تو نادانی زبانِ خود نگهدار

قدش می گوید ای من خاکِ پایش
که بی ہمتاست سروِ دلربایش

سهی سروی ز بستانِ خدائیست
ستونِ بارگاهِ کبریائیست

سرای کون دارد نورِ بینش ‌ ‌ ‌ ازین فانوسِ شمعِ آفرینش

کلامم[1] روح پرور مستنیر است ‌ ‌ ‌ که روح القدس ازوی بهره گیر است

همان عیسی ازین دم بهره ور بود ‌ ‌ ‌ که در انفاس او چندان اثر بود

سرافیل است ابجد خوانِ این درس ‌ ‌ ‌ نهاده گوش در سامانِ[2] این درس

رُخش مرآت نورِ لامکان را ‌ ‌ ‌ صلا در داده بنیاے جهان را

که هان در من چه دیدی بی شک و ریب ‌ ‌ ‌ خدا بین آمده[3] در پردهٔ غیب

درونِ پرده من بودم که آدم ‌ ‌ ‌ ملک را شد به مسجودی مکرم

جمالِ یوسف از من آب خورداشت ‌ ‌ ‌ که عالم را جهان[4] زیر و زبر داشت

دلش آهسته با خود در ترانه ‌ ‌ ‌ که از تیرِ عجب دارم نشانه

حریفِ رازدارم دیگری نیست ‌ ‌ ‌ نهالِ عشق را جز من بری نیست

چنین دانم که اسرارش کماهی ‌ ‌ ‌ خودش می داند و عالم[5] الهی!

عروسِ خلقتش اندر شرح این ست ‌ ‌ ‌ که نورِ قدسِ من پرده نشین است

سرای حسن و خلوت گاهِ عشقم ‌ ‌ ‌ ز من جوئید ره من راهِ عشقم

صفاتِ دوست را بی نقل و تحویل ‌ ‌ ‌ منم یک نسخه و یک نسخه تنزیل

خدا جوئی که در من آ درونی ‌ ‌ ‌ به دقتِ سنتم گیرد تکاپوئی

---

(۱) کلام زندگی بخشش مشیر است (۲) برآواز الخ (۳) آمدی (۴) چنان (۵) علم

برون از فکر و فارغ از روایت — منم[1] در گوشِ جان گویم حکایت

چو در پوش در قفس گرد و نفس گیر — من از وی برکشم چون روغن از شیر

شود دانا به اسرارِ نهانی !! — بگیر در لوحِ محفوظِ معانی

جبینِ فطرتش[2] با لفظِ چون دُر — سخن گوید[3] که جانکاهست درخور

زیک جانب جمالِ دوست دیدن — زیک سو بار استغنا کشیدن

دل از معلومِ خود آزاد کردن — طلب را در محال ارشاد کردن

دمِ تسبیح و استغفار بسیار — خبر دار[4] روز و راهِ بندگی کار

چو در دل نورِ تحقیق آورد جوش — حسابِ بندگی گردد فراموش

از آن لب تشنهٔ[5] استغفار این است — هم از مستغفرین شو کار این است

زبانِ اشک بر رخسارِ گلنار — حدیثِ عشق بازی کرده تکرار

برون در داده اسرارِ نهانی — شده سرگرم این گوهر فشانی

که طغیان را درین کشور گذر نیست — درختِ عشق را جز فقر بر نیست

چو عشق از نامرادی[6] بار گیرد — برومندی رهِ نایاب گیرد

بیک یک ذرهٔ اش صد گونه رازاست — فرود آ، خامه کین منزل درازاست

همینم بس که بفرستم سلامی — که کارم گیرد از وی انتظامی

درین حیرت رهِ بهبود یابم — روانش را ز خود خوشنود یابم

بمن کرمتهٔ یا ذاالمکارم — علی خیرِ الوریٰ صلّ و سلّم

---

(۱) منش (۲) فکرتش (۳) گوینده (۴) خبر گوید که دارد بندگی کار (۵) نیز (۶) آب

مخاطبهٔ سید المرسلین صلی الله علیه وسلم

بیا ای آرزوی سینه چاکان
مرا از من بجانا کی بیفشان

درین بستان اگر خاری شود کم ‌ ‌ ‌ کدامی مرغ خواهد داشت ماتم
درین[1] گلشن اگر برگی شود زرد ‌ ‌ ‌ که خواهد خاک بر سر کرد ازین درد
چه خواهد شد اگر دریا بجوشد ‌ ‌ ‌ نقابی بر سر یک قطره پوشد
فلک گر تند بادی را گمارد ‌ ‌ ‌ کزین محفل غباری را برآرد
بیا ای نوح طوفانی برانگیز ‌ ‌ ‌ باین خاک هوس آلوده بستیز
اشارت کن بموج پر طلاطم ‌ ‌ ‌ غبار تیره کن اندر دی زمین گم
فرود آ ای کلیم الله ازین کوه ‌ ‌ ‌ تجلی کن باین فرعون انبوه
عصای اژدها صورت بجنبان ‌ ‌ ‌ نمود چند را نابود گردان
نمای ای خواجه ابروی هلالی ‌ ‌ ‌ شبیخون[2] بر برین شوریده حالی

---

(۱) ازین ۔ (۲) شبیخون بر سر الخ

بگفت آور زبانِ گوهر افشان — غبارِ هوش از مغزم برافشان
یکی روی جهان افروز بنمای! — حجابِ ماه و رشکِ روز بنمای
بتی را گرمی بازار بشکن! — خلل در طاقِ این کسری بیفگن
بکن دکّانِ این شیطان مشوّش — بهم برزن بساطِ آب و آتش
سرِ گردن کشی در سجده آور! — ابوجهلِ ضلالت را بزن سر
گرفتم ناکس و کژمژ بیایم — محمدّ را رسول الله دانم
نقابِ کبریا زین بیش بردار — مرا هم مُندرج در اُمتی دار
درین دیرِ کهن بتها شکستی! — دلِ چندین صنم خواهان بجستی
فسونِ اهرمن نابود کردی — هدایت را سپندِ دود کردی
بتی دیگر درین ره خورده گردان — صنم خواهگر را دل برنجان
بسی رختِ هدایت بی رواج است — درین دکّان سپندی احتیاج است
من اکنون خود سپند این متاعم — نمایک شعلهٔ در ابتیاعم!
بسی جستم درین نابود گشتن — ز تو گرمی و از من دود گشتن
دلی دارم که خوبی را غلام است — بآندک جلوهٔ کارش تمام است
چو دریای ملاحت برزند جوش — کنم یکبارگی خود را فراموش
چو در عشقِ تو جان فرسای باشم — کدامم من که پا برجای باشم

حکایت

چو سوزِ عشق در مجنون اثر کرد | تمنای دران دیوانه سر کرد
که دل از بندِ خود یکبار برداشت | نه از راحت نه از کاهش خبر داشت
تنش سرگرمِ خواهش(۱) زنده می بود | دلش از زندگی شرمنده می بود
عَلَم بیرون زد از سیمائیش(۲) آن درد | عزیزان را و خویشان را خبر کرد
فغان برداشت بیدادِ(۳) تظلّم | سرایت کرد در دلها ترحم
همه یکدل بتدبیرش دویدند | زر و تیغ و زبان بیرون کشیدند
نخست از مردمی و خوش زبانی | فرستادند لختی ارمغانی
ترحم را شفیع خویش کردند | سر عجز و فقیری پیش کردند
شب مجنون و بیدارئیش گفتند(۴) | سرشکِ خواهش(۵) خونخوار ئیش گفتند
همان کاهیدن و خواری نمودن | همان زاری و بیزاری نمودن
ازان سربسته غم تعبیه کردند | بصد سنگین دلی تفسیر کردند
دلِ(۶) مجنون دران مجمع خبر(۷) داشت | دران صد پرده خود آهنگ بر داشت

---

(۱) کاهش (۲) پیمائش (۳) فیضانِ (۴) کردند (۵) سرشکِ خون خونخوارئیش کردند (۶) دلی (۷) گذر

دگرنه رازِ غم خرّم ندارد(۱) | حدیثِ عشق هر بی غم ندارد(۲)
سخن القصه در گرمی در آمد(۳) | عزیزانِ صنم را در خور آمد(۴)
بمیدانِ مروّت رخش راندند | به تسلیم و رضا گوهر فشاندند
که ما را نیست تقصیری درین باب | ولیکن تاب(۵) می باید کجا تاب(۶)
کنم اینک رخِ لیلیٰ مهیّا | ولی هوشی ز مجنون باید اینجا
خود آن بیچاره سدِّ بابِ خویش است | خود افسونِ(۷) خود و هم خوابِ خویش است

حکایت

بر آمد پشه از بادی چو دل تنگ | بدامانِ سلیمانی بزد چنگ
سلیمان باد را احضار فرمود | حضورِ باد بود و پشه بربود(۸)
دران پشه اگرچه ظلم ره داشت | ولی نه از غیر از بختِ سیه داشت
دو قومی بیوقوفی ناخردمند | فرو گفتند ازین سان قصهٔ چند
بهم در ساختند از فکرتِ خام | نفهمیدند عشقِ بی سرانجام
ندانستند مجنون را که مست است | ز سرمستی هلاکِ آن شکست است
دلِ دیوانه اش در قیدِ عشق است | ز سرتاپا وجودش صیدِ عشق است
عروسِ عشق هستی بر نتابد | محبت خود پرستی بر نتابد

---

(۱) نداند (۲) نداند (۳) در آید (۴) در آید (۵) یاب (۶) یاب (۷) افسون (۸) پَر

رجوع به مخاطبهٔ زمین حضرت سید المرسلین صلعم

من از خود سیرم ای مقصود جانم | برون آ کاین غبار از خود فشانم
برم سرمایه از خلق عظیمت | بگیرم قوت جاوید از نسیمت
شکست افتد درین مشت مخیّل | حواس سرکشم گردد معطّل!
ازین مهره که بر سر دیاران است | چه ظلمتها که بر جانم روان است
بهر جا عشوه انگیزی گذر کرد | دران خرمهره آشوبی اثر کرد
بهمدستی دیوی ناخوش آهنگ | زمانم[1] فکرتم آرد فرا چنگ
بتوحیدم[2] بر اندازد که برخیز | درین صورت بمقصودے درآویز
بهر جا جلوه گر اصل وجود است | نمودی چند پندارم نبود است
بهر سو پیکر[3] اصل است پیدا | چه لیلی و چه شیرین و چه عذرا
همان نور است بی تاویل و تمیز | سخن گوئی و زبان بند و دل آویز
معاذ الله چنینم گر گذارند | در عیبم بر و پوشیده دارند
فسون اهرمن از جان پذیرم | مقام وهم خود را عین گیرم

---

(۱) زمانی فکرتم یا زمام فکرتم (۲) در (۳) جلوه

بکف بگرفته شمع[1] از راه افتم | بنادانی و کوری در چه افتم
نیارد نزد بینا جز حقارت | نظر ناکرده دعوی بصارت
برسم علم توحید ار خبیرم | دران کشور لبسی روشن ضمیرم
ولی رسمش به تریاکی ندارد[2] | باندک نشئهٔ باکی ندارد[3]
گرفتم عین توحید است عالم[4] | ازان جوش است چندین قیل و قالم
چو نور ذات بر دل حمله آرد | کجا تفصیل اسما را گذارد
دران موطن که ذات[5] آرام گیرد | دل از علم صفاتش کام گیرد
ولی علمی است در وی مندرج حال | سر آمانی و بنیاد اعمال
چنین دل گر به وهم آمد عجب نیست | گمانی بعد از وی بی سبب نیست
ازین معنی بهر صورت زند دست | که باشد گردم از جام[6] صفت مست
کند یارا ز درون پرده فریاد | که وقت عاشق شوریده خوش باد
هنوزم رخصت دیوانگی نیست | طریق شرع جز فرزانگی نیست
نمی دانیم چیزی[7] اندرین ره | برون از شرع دینی حاشا لله
نامشروع گر اندک جمال است | دراو مضمر بسی قهر و جلال است
چو قهر حق ببینی گوشه گیر ! | ادب اینست باقی مکر و تزویر
ترا در قید صورت کار خام است | بمطلق رو مقید ناتمام است

(۱) شمعی از ره افتم (۲) نشاید (۳) نشاید (۴) عالم (۵) جان (۶) خم دمست (۷) نمی دانم خبیرے انخ

چو در بحرِ وجود از خود بر آئی — بجولانگاهِ دانش[۱] راسخ آئی!

چو فردا باطن[۲] از ظاهر بر آید — درِ مقصود ات از هر در کشاید

بر آید آفتاب از چپ و راست — همه دیدار گردی بی کم و کاست

تو اکنون خاطر از هستی به پرداز — ازین آئینه زنگِ[۳] خود برانداز

عدم شو کاندران مرآتِ نور است — جمالِ دوست را آنجا ظهور است

امانت دار جانان جز عدم نیست — عدم در عرصهٔ لوح و قلم نیست

همیشه خلوت از کونین دارد — ازان سرمایهٔ نورِ عین دارد

خطاب به دل از حسرت و بازماندگی از مطلوب

دلا تا چند ازین[۴] افسانه گفتن! — زخود گنجِ دو عالم را نهفتن!

چو بلبل در قفس رقاص بودن — هوا خواهِ هوس را خاص بودن

دمی نقاشِ لوحِ باد گشتن — زمانی از هوائی[۵] شاد گشتن

گهی در خود فروشی ره سپردن — برسوائی متاعی پیش کردن[۶]

گهی چنگِ حقیقت ساز کردن — ز وحدت قصهٔ آغاز کردن

خود اندر کثرت از بس سست رائی — "چو کثرت هرزه گرد در روستائی"

---

(۱) ذاتش (۲) ظاهر از باطن الخ (۳) زنگ (۴) این (۵) در هوا دلشاد گشتن (۶) بردن (۷) به

یکی زین بادپیمائی فرود آئی — زبان در بند و راهِ سینه بگشائی!
فرو رو گر ترا رفتن مراد است — میا بیرون که بازارت کساد است
جهان فانی است بر فانی منه دل — ازین مشتِ نژند بد بن بگسل
چو بگسستی ز خود بندِ جهان را — گرفتی پردهٔ نورِ لامکان را
شدی در پردهٔ تصدیق و تسلیم — برون از فکر و استدلال و تعلیم
سبق از علّمِ الرحمٰن گرفتی — ز دستِ موهبت ایمان گرفتی
چو در بحرِ یقین خود را سپردی — ز هر صنعی بصانع راه بردی
دلت ز ان بی نشان آگاه گردد — محبّت مقتدائی راه گردد
ز راهی گر نظر[1] افتد گزندت — شود دورِ تسلسل پای بندت
گهی اندر نحوست[2] داغ بر دل — شوی گه از طبائع پای در گل
گهی فکرت به تعطیل افگند گوئی — چو جسمانیه در وهم آوری روئی

حکایت

زهی نورِ یقین دانائی کارش — همان بر سادہ لوحیها مدارش
دل اندر مخبرِ صادق نهادن — بران صدقِ مجرّد ایستادن

---

(۱) ز راهی گر منظر الخ (۲) نحوست

زتاثیرِ محبت مست گشتن — زطورِ عقلِ خود بین درگزشتن

ازین صدق و محبت نیز رستن — بسانِ قطره در دریا شکستن

دگر ره سر برآوردن ز دریاے — حباب آسا و لیکن پای برجاے

باحکامِ شریعت سر نهادن — زمینِ استقامت بوسه دادن

بکلی از مرادِ خود بریدن — نقابِ نیستی بر رو کشیدن

بطورِ عقل و ایمان راه بردن — بایمان کار ایمانی سپردن

عجوز آسا ز هر چون و چرا دور — بکل(۱) مقبول و بی تاویل منظور

جمالِ قهر در وسواس دیدن — بجد(۲) و اهتمام از وی بریدن

عدم خواهان ز هستی سر ربودن — زرنگِ(۳) خود سراپا بر ز بودن

رهی بی راه رو اینجا نه پیدا(۴) است — قلندر گشتن و تفرید اینجاست

بیا دل رخت زین بتخانه بردار — رهی کت شرحِ آن دادم بدست آر

زمانی در تحیر لال بنشین! — برون از فکر و استدلال بنشین

کرا از قلبِ سلیم آمد سعادت — سعادت نیست جز نفیِ ارادت

ز نفی اثباتِ الا الله یابی — بایمانِ مجرد راه یابی!!

دمِ آخر ز تجدیدت گذر نیست — ز استدلال و فکر آنجا اثر نیست

---

(۱) شدن ز ایمانِ بی تاویل امور (۲) بجد اهتمام (۳) زرنگِ خود سراسر در ربودن دلها هویداست

بود تجدیدِ ایمان انجذابی — که(۱) از من رہ مگت گر دو جوابی !

چو ہر دم می تواند بودت آخر — درین تجدید دایم باش حاضر

بشو مستغرق اندر نفی واثبات — مکن تاخیر فی التاخیر آفات

داستان

شبی خوشدل تر از روزِ جوانی — سرم در خواب و دل در کامرانی

در آمد پیکِ امیدم دلاور — نسیمی یافتم مقصود پرور

نظر چون از تحیّر باز پرداخت — بسیمائی سعادت(۲) دید بشناخت

گرامی خواجۂ احرار را دید — چہ خواجہ مخزنِ اسرار را دید

لب اندر معرفت گوہر فشان داشت — سخن از بی نشانیہا نشان داشت

بگفت آن شاہدِ خلوت گہِ راز — کہ دلہا در رہش آمد سر انداز

گہی از حسنِ صورت سر بر آرد — بجانِ عشقبازان حملہ آرد

گہہ از صورت ملیح آمد نمودار — مغنّی گردد از وی گرم بازار

ولی آنرا کہ در جانش اثر کرد — برون از جان و تن در خود سفر کرد

دثارِ(۳) جان شعارِ تن براند اخت — پیِ مقصودِ خود از خود بپرداخت

بتحقیق آنکہ انسان است انیست — ز چشمِ غیر پنہانست انیست

پیمبر چون ز سترش پردہ برداشت — ظلومی لازم آن نامور داشت(۴)

---

(۱) کہ از تو مکتب الخ (۲) دیدہ بشناخت (۳) شعار جان دثار تن بینداخت (۴) ساخت

چو در انوارِ کل شد محو ناچیز — بهم بر زد دو کان و ہم تمیز
زخود بگذشت و گوئی مردمی برد — امانت با امانت خواہ بسپرد
کدامین ظلم ازین بسیار باشد — کہ بندہ بےصفت[1] بیکار باشد
تکبّر نیز وصفِ ناگزیر است — مقیّد خود بنا چیزی اسیر است
نہایت رفت و آمد بی نہایت — چہ کبر است این مبرّا از خیانت
دران شب کز نسیمِ بختِ بیدار — ز بوئ معرفت گشتم خبردار
پیٔ صورت پرستی خاص بودم — بانذک رنگ و بو رقّاص بودم
بر آمد سالہا کین خواب دیدم — بار شادی کہ می باید رسیدم
دلی زان بادہ خالی نیست جامم — ہنوز آن جلوہ را از جان غلامم
ہنوزم اندران بازار راہ است — ہنوزم دل گرفتارِ نگاہ است
کنون دستِ من و دامانِ خواجہ — مگر رہ یابم از احسانِ خواجہ
چو در اوّل ہدایت از تو دیدم — نہایت در ہدایت از تو دیدم
گیاہم پرورش دید از نسیمت — قوی دل بودم از خلقِ کریمت
امیدم بود کاین خاشاکِ نابود — دران دریائ آتش بر کشد دود
دران نابود یابد استقامت — وجودِ خواجہ ماند تا قیامت

---

(۱) عاجز و بیکار باشد

شود یکباره از پندارِ خود پاک — برون ماند همین نامی زخاشاک

چه دانستم که استغنا دلیر است — عنایت اینقدر هازو دمیراست

مرا یکباره اندر راه راندی — باین خواری کرمی بنی نشاندی

گر افتادم زراهِ استقامت — تو خوش بنشین در ایوانِ کرامت

من انیک در ظلمنا سر نهادم — باستغفارِ یارب الیتادم

چه باشد گر ز[1] تو اخلاقِ الٰہی — پسند آری بآندک عذر خواہی

دراوّل ہم قبولت بی سبب بود — کنم سامانِ امید و طلب بود

مرا بیخود[2] بسوئی خود کشیدی — بنورِ غیب دیدی آنچه دیدی

زفیضِ آن کشش وز لطفِ آن دید — نشاندی در دلم نخلی ز تجرید

جز آن معنی که صاحب سرّ آنی — فرو ناید سرم در ہر دکانی

مرا خود نیست چندان سرفرازی — کزان معنی بیابم دلنوازی

یکی از اوجِ عزت خود فرود آ — گرہ ہا بسته دارم جمله بکشا

بخاکِ پایت ای فرخنده دیدار — بسی محتاج و بسیارم طلبگار

فرو افتادم از بس غریبی است — شکستم از خمارِ بی نصیبی است

نمی دانم کدامین سو برآیم — کجا این بارِ محنت را کشایم

ازین عنقای پنهان از که پرسم — سلیمانِ زبانداں از که پرسم

---

(۱) گر تو ز اخلاقِ الٰہی (۲) از خود

حکایت

زلیخا را چو در خواب سه روز
جمالِ یوسفی آمد جگر سوز

نمی دانست کآن مه را چه نام است
مقامِ خاطر افروزش کدام است

دلی در بندِ غم کاهیده می داشت
دماغی در هوا شوریده می داشت

همین درد و همین سوز و همین ریش
نه از معشوقِ نش آگاهی نه از خویش

خبر نایافته جان در تقاضا
بُرون از کشمکش جهت دل در تماشا

از آن حیرت بسی افسرده می بود
فرو افتاده چون مُرده می بود!

چو در مصرش نشان داوند بر جست
دل از حیرانی و جان از جنون رست

درین سودا که افتادم بدامش
نه یوسف می شناسم نی مقامش

نه آن خواهم[1] که یوسف را نشاید
نه آن گوشم که پیغامش کرآید

زلیخا وار سوزم در تاسف
نگر در خواب بینم روئی یوسف

ولیکن یوسفِ من بس غیور است
قبولِ چون منی بسیار دور است

بریزم نقدِ بینائی[2] درین خاک
شوم در ربت شکستن چست و چالاک

---

(۱) خواہم (۲) رخت

زرعنائی وخود مستی(۱) بر آیم | بهر خواری که باشد درخور آیم
گدائی ره نشین گردم درین راه | که یابم(۲) یوسفی را گاه بی گاه

مناجات

خداوندا مرا از من برون بر | دران فقرم که می دانی فزون بر
نمود من که روپوش وجود است | زبان بند دو صد گفت و شنود است
چو از نور هدایت بال و پر یافت | نخست از اسم المومن اثر یافت
فرود آمد بتحقیق سیاست(۳) | بخلوت گاه ایمان و ارادت
ازین مهمان غیبی نور ایمان | درخشان شد چو بلقیس از سلیمان
شهود از اوج عزت پست تر شد | بسلطان ارادت تاج سر شد
شکستی یافت(۴) با چندین مراتب | طلسم ممکن از انوار واجب
چو پی در پی شد آن نور شهادت | بیک بار از خود افتاد این عمارت
رمیدند این دو سه مرغ خوش آواز | بقصد لامکان کردند پرواز
کنون در خود که می بینم وحیدم | نه مومن نی مریدم نی شهیدم
چو کار اینجا رسید ای اصل هر کار | بکن نوعیکه دانی جلوه در کار

---

(۱) خود بینی (۲) که یابم یوسف خود را بناگاه (۳) سعادت (۴) باخته در

کنون دارم بجای آن عبارت[1] پریشان برقعی با صد خسارت
ازین برقعه کرمرگش یاد در کار بدستِ نفس و شیطانم گرفتار
عروسان گاه گاهی برقع انداز برون آیند در جولانگهِ ناز
برافگن برقعه وز رهِ جلوه آئی عروسانِ جهان را پرده بکشائی
در خواهش زبی باکی کشودم درین معنی دلیری ها نمودم!
نقابی بر رخِ این ماجرا کش خطی بر روی این چون و چرا کش
نهادم دل بهر نوعی که باشم بتسلیم آمدم واللہ اعلم

بیانِ نسبتِ حضرتِ خواجہ ابو الحسن خرقانی قدس سرہ العزیز

دلی کز چشم هر بیننده مستور بنقید از خود و با پست خود دور
برون از خود مقامی[2] برگزیند ز لبس آثار جذب دوست بنید
کند در سینه[3] گوهر نشانی ز اخلاقِ نبوّت ترجمانی
دلش آئینهٔ نورِ رسالت شود فرزانه دستورِ رسالت
چو زین دیرِ فنا بیرون کشد رخت زند در کشورِ وارستگان تخت

---

(۱) عمارت (۲) نقابی (۳): در مسند

شود سلطانِ جان در پردهٔ او | هدایت بخشِ رو آوردهٔ او
چو صادق رو ازین ویرانه برتافت | دلِ طیفور زین می چاشنی یافت
چو طیفور اندران منزل پرافشاند | دو اسپه خرقانی از پیش راند
همان در نقشبندی بی کم و کاست | نسیمِ تربت از رفتگان خواست
بظاهر پیرِش امیر کلال است | بپیر غجدوانش اتصال است
علی الاطلاق رشد از پیشگاه است | علی الحق مرشدِ مطلق اله است
نمودار است نقشِ آدمی زاد | خدا آباد میدان آدم آباد
ولیکن سنت الله گشت جاری | که مخلوقی کند این پرده داری

حکایت

زلیخا چون لوای یوسف افراشت
نخست از بیقراری پرده برداشت

ز خواب و خورد فارغ شد چو دوش | تمنای جز این در سر نبودش
که از کس بشنود نامی و جائی | زند در جستجویش دست و پائی
چو نخل بیقراری بارور شد | تضرعهای پنهان کارگر شد
زنام و منزلش آگاه کردند(۱) | مریدِ سیر(۲) و مردِ راه کردند(۳)

---

(۱) گردید (۲) پیر (۳) گردید۔

بد[1] روزگارش از هستی بر آمد | مرادش را بصد جان یاور[2] آمد
بمصر آمد دلش[3] از شوق پر جوش | هوای وصل هم خواب و هم آغوش
نظر چون در عزیزش رهنمون شد | بلا از یک طرف چندان برون[4] شد
فریب روزگارش تنگدل ساخت | سلوکش از محبت منفعل ساخت
فرو[5] بارید بی پایان تگرگی | ز باغ آرزو نگذاشت برگی
ز کوه رنج سیلی قد برافراخت | نشان عشرت از عالم برانداخت
برآمد تیغ بر کف برق بیداد | بخرمن گاه شادی دست بگشاد
زلیخا را در آن صحرای خونریز | خسی افتاد در چشم آفت[6] انگیز
جهان تاریک شد چون تار گیسو[7] | بتاریکی در آمد چشم جادو[8]
چو ظلمت بست چشم از این و آنش | نظر افتاده بر خود ناگهانش
ز تاثیر نگاه جادوانه | دلش شد تیر محنت[9] را نشانه
دلش کز تیر مژگان[10] پر بر آورد | پی نظاره چشم دیگر آورد
بپرواز آمد آن مرغ هوس گشت | ز اقلیم شهادت جست بگذشت
بغیب افتاد با یوسف دو چارش | سروش غیب کرد امیدوارش

---

(۱) بد پیر کارش یا پدر روزگارش (۲) مادر (۳) دلی از شوق الخ (۴) فزون شد
(۵) همی بارید الخ (۶) آتش انگیز (۷) گیسوش (۸) جادوش (۹) الفت (۱۰) ترکان۔

در آن امید روزی چند می بود! | بآن[1] بو گهه گهه خورسند می بود
سوی غایبش دری بگشاده بودند | در آن در دیده بنهاده بودند
خبر می داد چشم غیب بینش | فزون می کرد هر ساعت یقینش
چو از نور یقین بیهوش می گشت | به یوسف دست در آغوش می گشت
عروس غیب می گفتش که ای مست | چه حاصل شد ازین سیر تهی دست
همان در گام اول با تو بودم | بتو هر لحظه خود را می نمودم
تو با غم می نشستی نا فلانه! | تهی از دانش و از من کرانه
چو باز از خود خبر می یافت می سوخت | بر آن در دیدهٔ اُمید می دوخت
هوس می داشت کین چشم وفا کیش | برون از پرده بیند دلبر خویش
بلی هر ذره مشتاق جمال است | بهر سر آرزوی اتصال است
بناگه جذب عشقش کارگر شد | ز کنعان ماه کنعانی بدر شد
چو ملک مصر ازو شد گرم بازار | زلیخا شد[2] ازین معنی خبردار
بصد جان در خریداری در آمد | بلا را در طلبگاری در آمد
شد از سر تازه آشوب جنونش | بمقصود دگر شد رهنمونش
حجاب چند پیش مقصدش بود | نظر با جمله در نیک و بدش بود

---

(۱) بآن بوکوی یکوی الخ (۲) گشت

چو گشت آموزگارش مرشدِ کل | بدست آورد تحقیقِ توکّل!
روائی یافت جنسِ ناروائی | تمنا گیر شد دستِ گدائی
سبب می دید چشمِ خام کارش | نیازِ[1] عشوه می برد اختیارش
خرامان گردی و آئینه بینی! | خود آرائی در رسمِ نازنینی
خلل می داد آئینِ طلب را | زبان می کرد عشقِ بوالعجب را
جوانی و جمال و بینش انداخت | سراپای تجمّل[2] جمله انداخت
بُتی زانجمله سنگِ راهِ او بود | حجابِ جان یوسف خواهِ او بود
نمودندش که سنگِ راهت اینست | نظر بندِ دلِ آگاهت اینست
تو بندِ سیر و یوسف بندِ سیّار | ازین ناجنسیت سرداست بازار
غرض تعلیمِ غیبی[3] کرد تائید | بپایه پایه تا ایوانِ توحید

التجا و نیازمندی بحضرت خواجه بهاء الدین محمد نقشبند و خواجه عبید اللہ احرار

هنوز ایوانِ استغنا بلند است
مرا فکرِ رسیدن ناپسند است

گمرای خواجه اندازی کمندی | شوی صیادِ چون من ناپسندی

---

(۱) بنازِ عشق می برد الخ (۲) تحمّل (۳) غیبش

بسی امید بی بنیاد دارم | که نه مردم نه استعداد دارم
شکار لاغرم بی اعتبارم | متاعی کت قبول افتد ندارم
کشادیهای بازارم یقین است[1] | اگر کاریست لله فی الله این است
زمانی حسبةً لله برخیز | باین در خاک و خون افتاده مستیز
قبولم کن که اقبالت تمام است | درآن اقبال کارم را نظام است
قبول تو قبول نقشبند است | که در وحدت نه چونی و نه چند است
دو چشم و نور بینائی یگانه | نمی بینیم تفاوت در میانه
وگر باشد تفاوت بس شبیه است | که دانم الولد سر ابیه است
بدور روشن چراغ[2] سینه تست | تو چشمی و جهان آئینه تست
درآن پر شور چشم جادوانه | عروسی نقشبندی کرد خانه
همان یک خواجه در گفتن تمام است | عبیدالله بهاءالدین چه نام است
بهاءالدین زبی نقشی بلند است | عبیدالله چو گویم نقشبند است
زبانم پرشکر زین نام بادا | دلم زین فکر شکر کام بادا
مرا در بندگی چون پای بند است | بغیر از خواجه گفتن ناپسند است
ببین در بندگی ای خواجه یکره | که[3] ان الفقر می دانم هو الله
درین دو خواجه دلبندم یکی شد | بخارا و سمرقندم یکی شد

---

(۱) کساد یهای (۲) چراغ از سینه (۳) که الفقر اذا تم هو الله

سمرقندم بهاء الدین نشین است	بخارا اگر نه رفتم عذر این است

توی دانی که عذر بهترم نیست | درین ره عذرخواهی دیگرم[1] نیست
معاذ الله که استغنا بگیرم | چه خاکم کاین چنین سودا بگیرم
ولیکن ذرهٔ[2] در ظلمت آباد | چه[3] میداند که خورشیدش کند یاد
سخن کوته کرم خود عذر خواه است | همان عذر تو بهتر از گناه است
وگر بختم درین ره یار گردد | شفیعم خواجهٔ احرار گردد
زبان در گوهرافشانی درآرد | مرا زین دردبی درمان برآرد
برون از خجلت آنجا راه یابم | ز اقبالش دل آگاه یابم !
ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد | بهاء الدین که دین شد از وی آباد
ز مستی[4] در جنید افگند آشوب | بجذبه بایزیدش آستان روب
پی تسکین مشتاقان دیدار | جمال مصطفیٰ را آئینه دار
در آن آئینه می یابم محقق | سواد من رآنی قد رأی الحق
فنا فی الله خواجه بس بلند است | کمین تاویل خواجه نقشبند است
خلیفه بود حق را در زمانه | نمودش برزخی دان درمیانه

---

(۱) برترم نیست (۲) درمیان ظلمت آباد (۳) که (۴) ز سنت

حکایت (۱)

چنین گویند دانایانِ اسرار
زاصل و فرعِ هر معنی خبردار

که معشوقِ ازل در هر شعوری
زغمّازان نهان دارد ظهوری

سرِ هر ذرّه بینائی جمال است
دلِ هر قطره دریائی کمال است

شهود دوست پنهان هر دلی را (۲)
هوائی وصلِ هر بی حاصلی را

مدارِ بودش از نورِ شهود است (۳)
شهودش مایهٔ (۴) چندین نمود است

ولی افگنده بر جانش حجابی
گرفتاری بهر خاکی و آبی

شده بنیادِ این ویرانه گشتن
پی هر رنگ و بو طفلانه گشتن

نهاده اصل آن (۵) بازار نیرو
نقوشِ علمی از هر سو نظر گیر

سراسر زنگِ این مرآتِ علم است
سراپا کشورِ آفاتِ علم است

ز آسیبِ خیال و فکر و وسواس
رود بر بادِ حسرت گنجِ انفاس

چو گردد خستهٔ مقبولِ درگاه
شود در خوردِ رازِ لی مع الله

کشش (۶) دستِ عطا دل برکشاید
کزین ویرانه اش خواهد رباید

ریاحینِ هوس پژمرده گردید (۷)
طلبگاران چنین افسرده گردید (۸)

---

(۱) در تحقیق و بیانِ مراتبِ سلوک (۲) همان مانوس از نورِ شهود است (۳) پایه (۴) این (۵) بسته (۶) کشش (۷) گردند (۸) گردند

بجولانگاهِ این دل مردهٔ چند — همین خود ماندہ و افسردهٔ چند
درین تجریدِ یکتا ید جنبش — برافروزد رخِ علم الیقینش
قوی تر گردد آن حزنی که بود دش — فراموشی دراافتد[1] در وجودش
درین غیبت که بوئی غیب یابد — نسیم شاهدِ لاریب یابد
ارادت سرزندبی خواست ازوی — بردذوقِ نشست و خاست ازوی
ببازوئی ارادت بردرد جیب — که تنگ آرد به بر معشوقه غیب
دران[2] مستی بغیب افتد گزارش — شهود دست گیرد در کنارش
چو در نورِ شهود از خود برآید — سعادت را دری دیگر کشاید
بگردد حاملِ بارِ امانت — بیارد آں امانت بی خیانت
دراں مشهد بفقر آرام یابد — زجلّابِ قناعت کام یابد
دران دیدِ جمالِ بی نهایت — بگیرد شورشِ بی حد و غایت
به تسکینش ندارد هیچ کاری — دران آرام ننشیند غباری
یقین آن[3] دید و آن شورش ازاں سوست — درین مسکن[4] نمودی از تکاپوست

بیانِ عقائدِ دین و شرائطِ سلوکِ راه یقین

هلا خواهندهٔ جذبِ الٰهی — تمنا دارِ فضلِ پادشاهی
نخستین شرطِ این سودا یقین است — دوم سرمایهٔ این سود دین است

---

(۱) برد (۲) درین (۳) یقین دان دیدن شورش ازاں سوست (۴) تسکین

سوم پاکیزہ تخمِ این زراعت | رفیقِ سنّت وراہِ جماعت
عزیمت رونقِ کردار گرداں[1] | بروں زاسیب خصت کار گرداں[2]
چہارم خدمتِ سلطانِ دینی | قبول خاطرِ مسند نشینی
بہ تقلیدِ سلف تحقیق دیدن | قدم از جادۂ بدعت کشیدن
ز بُستانش گُلِ مقصود چیدن | بزیرِ سایہ اش از خود رمیدن
نہادن بر خود و بایست خودبار | مرادش راشدن از جاں پرستار
شود زین چار عنصر جانِ طالب | بہ نفخِ رُوحِ رَبّانی مناسب
ولیکن شرطِ چارم لازمی نیست | بہ فقدش سدِّ بابِ محرمی نیست
بسا مُرغان کہ علوی آشیانند | اُویسی مشرب وغیبی[3] زبانند
زِ حُسنِ طالع و از لطفِ باطن | گرفتہ گوہر از اصلِ معادن
رہِ سُنّت بجا لا کی شتابند | نصیب از خواجۂ کونین یابند

---

(۱) کردن (۲) کردن (۳) عیسی

در بیانِ استفادہ و تربیّت معنوی از روحِ پُر فتوح نبوی ﷺ

شنیدستم کہ مشتاقانِ درگاہ
طلبگارانِ سرِّ لی مع اللہ

خصوصاً کاشفِ رازِ نہانی
ابوالقاسم چراغِ گرگانی

بخلوت در بدایت کارش این بود
انیسِ خاطرِ افگارش این بود

کہ بودش وردِ جان نام اویسش
کہ باشد شُربِ از جام اویسش

اویس آسا از آن بحرِ عنایت
مگر بی واسطہ یابد ہدایت

کیم من کین ہوس گیرد دماغم
بیابد نورِ این سودا چراغم

دل از ذکرِ اویسم شاد گردد
دماغم زین ہوس آباد گردد

دریں رہ[1] قدرِ خود چندان ندانم
کہ در دل نخلِ این سودا نشانم

زبانم زین تلفّظ گرچہ بنداست
شرم بی خواست صیدِ این کمنداست

دل اندر شرم و جان سرگرم این است
کہ جانانِ رحمۃً للعالمین است

قبولش گر بیاید در افادت
ہم استعداد بخشد ہم سعادت

دریں سودا دری دیگر کشایم
روم از جانبِ دیگر در آیم

شفیع آرم روانِ دوستانش
مدد خواہم ز روحِ پُر روانش

---

(۱) دریں رہ قید رہ چندان ندانم (۲) پیروانش

به بوبکر و عمر عثمان و حیدر — به اهل بیت و اصحاب پیمبر

بصدق و سوز و پور بوقحافه — بعلم و دانش ختم الخلافه

بشام هجرت و تاریکی غار — به آن خوش عنکبوتی عنبرین تار

بجوری کز قریش و اقربا دید — به آشوبی که دشت کربلا دید

به دار و گیر بدر و حرب خندق — به روز فتح و نور حصحص الحق

به آن شب کز سرای اُمّ هانی — رسیده در مقام لامکانی

ببیرون(۱) رفتن آزاد ازین ده — بسبحان الذی اسریٰ بعبده

بدیدے آنکه می بایست دیدن — به بیخود گفتن و بےخود شنیدن

بفقری کز خودش درویش میداشت — سر الفقر فخری پیش میداشت

بآن دم کاورد روز شفاعت — کند تدبیر مشت بی بضاعت

که این غافل کشاید چشم زین خواب — دران حجر عنایت پرورش یاب

نهد در قرن اوّل آشیانه — اویس ثانیش خواند زمانه

ز آسیب زمانه فارغ البال — ببینم ماضی و مستقبل و حال

من ارچه دورم از بخت سیه دل — تو حال سرمدی داری چه مشکل

---

(۱) به بیرون رفتن ازآوازاین ده

پناهی(۱) نیست دریای قِدم را | ید طولی است بازوی کرم(۲) را
مرا اگرچه سراسر کار خام است | تمامم دان که این سودا تمام است

مناجات

خدایا این غریبِ بی نوا را | بخود در ماندهٔ نا آشنا را
هدایت کن رهی کاید بسویت | بیک روی رود در جستجویت
دمی از نیک و بد آسوده ببیند | زمانی از هوس فارغ نشیند
اگر در نعمتی بینی سکونم | مکن یک لحظه زان نعمت برونم
بلا گر سازگار آید درین کار | نهادم دل بلا کو پرده بردار
وگر زین هر دو بیرون شد حسابم | بحمدالله که بس عالی جنابم
بده چشمی که در راهِ حقیقت | روم همدستِ ستّارِ طریقت
نخست از معصیت آسوده دارم | ز نورِ توبه رونق ده بکارم
چو دل در رغبتِ دنیا زند رائے | به آسانی ز کارم عقده بکشائے
مرا مگذار(۳) کایم آرزو خواه | بکن از زشتیِ این کارم آگاه

---

(۱) کناری (۲) عدم را (۳) بگذار

سبب بین چشم از بینش تهی دار | سرم روشن ز نورِ آگهی دار
بر آن دارم که آزادی گزینم | به ما لا بُدّ خود قانع نشینم
بیادت تازگی بخشم روان را | دهم بر بادِ نسیان این و آن را
شوم از اختلاطِ خلق دل تنگ | روم در دامنِ عزلت زنم چنگ
چو در نفیٔ وجود افتد گزارم | شود موجود بی من آشکارم
دلی فارغ ز احوال و مقامات | بدرگاهت برم روئے مناجات
پئے وَجهت وُجهی لب کشایم | زبالیستِ خود و از خود برآیم
وگر نفسم مرادی را کند یاد | برآرم در جهادش تیغ بیداد
دمی بیرون ز حول و قوت خویش | شوم در انتظارِ دولت خویش
سرم مستغرقِ بحرِ هوایت | دلم مشتاقِ انوارِ لقایت
بتقدیرِ الٰهی شاد باشم | وزین خربندگی آزاد باشم
سرِ تسلیم بنهم(۱) نیک و بد را | براندازم ز خود بنیادِ خود را
چو بیرون شد ازین ششدر وجودم | همان انگار من هرگز نبودم
بمرگِ اختیاری راه بردم | ز مُردن پیشتر خود را سپُردم
دمی در(۲) یاد گر دارم زبان را | رسانم الله الله گوشِ جان را

---

(۱) بینم (۲) یاد کرد آرم زبان را

به سرگرمیٔ آن شیرین ترانه | دِرا(۱) آیم در سماعِ عاشقانه
دماغم بر درد جیبِ تخیّل(۲) | فتد در کشورِ دانش تزلزل
شوم واقف ز اطوارِ نگهداشت | برآرم دست در کارِ نگهداشت
به نفیٔ غیر و تشدیدِ خواطر | براندازم نمودار(۳) مظاهر
زمانی از حضورِ غیر آزاد | نگه دارندهٔ خود را کنم یاد
پس آنگه در پیٔ تحقیقِ اخلاص | به بحرِ نامرادی گشته غوّاص
دلم گوید که سودائی ندارم | بجز عشقش تمنائی ندارم
برون(۴) از خواست رفتار است ما را | بسودایش سر(۵) و کار است ما را
مگر زین کار برخیزد غبارم | به تحقیق افتد از تقلید کارم
هجومِ بازگشت از من برد زنگ | عروسِ حیرتم در بر کشد تنگ
درین حیرت که فقرش توامان است | ز گنجِ بی نشانی صد نشان است
نموده آبِ حیوان در سیاهی | دلِ(۶) اشکسته را نورِ الٰهی
سوادُ الوجه فقرم ناگزیر است | شکستِ دل درستیٔ فقیر است
مرا زین فقر بیرون کار خام است | درین فقر ار شوم راسخ تمام است
همین فقر است نقدِ جانِ آگاه | جز این پنداشت میدان اندرین راه

---

(۱) بیایم (۲) تحمّل (۳) نمودات از مظاهر (۴) برون از خواب رفتار نیست ما را
(۵) سر و کار نیست ما را (۶) دلِ بشکسته زِ انوارِ الٰهی۔

اگر دریاد کردو باز گشتی / بیادش داشتی همراز گشتی
زچندین نفی واثبات ونگهداشت / غرض فکر[1] است باقی جمله پنداشت
همان درانجمن خلوت گزیدن / زآسیب نشان مندی رمیدن
همان اندر وطن درسیر بودن / همان درکارِ نفیِ غیر بودن
همان بر هوش دردم ایستادن / نفس را دردم آگاهی نهادن
همان کردن نفس[2] را برقدم بند / پشیمان بودن ازچشم پراگند
پیِ فقر است وتحصیلِ مناجات / مناجاتی ورائی نفی واثبات
مناجاتی برون ازوهم اغیار / ندیده محرم وی دل خبردار
شهودِ بی جهت قائم بہ شهود / جهت را بامشاهد کرده نابود
دران خلوت که جسم وجان نگنجد / بجز نظارهٔ جانان نگنجد
بجز نظاره چیزی درمیان نه / خود از نظارگی نام ونشان نه
نظر هم نیست اینجا جز تحیّر / فَاِنَّ الذَّاتَ مَمنُوعُ التَّفکُّر
درین بستان بود نخلِ برومند / دلِ آگاه وجانِ آرزومند
ولیکن بر بجز خونِ جگر نیست / گلی جز خارِ حسرت در نظر نیست
دو معنی حاصل است آزادگان را / بدامِ عاشقی افتادگان را

(۱) فقر (۲) نظر را۔

یکی دردِ طلب دیگر فسردن (۱) — به استغنائی مطلب راه بردن
چه گفتم حاصلی غیر از عدم نیست — کسی را شرکت اندیش و کم نیست
اگر درویش درویش است او نیست — سخن کوته که جای گفتگو نیست
طلب بیچون و مطلب بیچگونه (۲) — نه این (۳) را مثل و نه این را نمونه
محبّت خانهٔ فارغ ز غوغا — ز کثرت دور و از نسبت مبرّا

بیانِ نسبت و تحریص بر طلبِ تنزیه مطلوب حقیقی

بیان قاصر ز محبوبِ حقیقی — طلب تنزیه مطلوبِ حقیقی
بیانم را چه توفیقش رفیق است — بیارم آنچه لابدِّ طریق است
گذشتن از خود اوّل شرطِ کار است — فراغت چون بسی بی اعتبار است
همه لذّاتِ روحانی حرام است — حظوظِ نفسِ ظلمانی کدام است
حجاب تست در راهِ خرابات — چه ذوقِ علم و چه حظِّ مقامات
دل اندر جستنِ احوال پست است — دلِ خودبین که خود چون بت پرست است
بر آن شو که ز هوس آزاده باشی — مرادِ دوست را آماده باشی!
چو زین کوشش بنقید با کشش (۴) کار — بکلّی میل ازین تبخانه بردار

---

(۱) فشردن (۲) بیچگونه (۳) تا آنرا شبه و نی این را نمونه (۴) کشش

محبّت چون نماید زورِ بازو ز معشوقت ہم استغنا دہد رو
شود عشق این مجدّد را تجلّی نہ صورت ماند اندر دل نہ معنی
ہمان ذات از ورائی اعتبارات بیند از خرابی در عمارات
بدین سان بود عشق از پردہ بیرون کہ از لیلیٰ فراغت داشت مجنون
چو آید غیرتِ معشوق در جوش کند یک بارہ عاشق را فراموش
چراغی را کہ رخت کارِ لیش بود دو روزی در امانت دار لش بود
امانت خواہ بستاند چنانش کہ در عالم نیابد کس نشانش
مبارک خلوتی غیرے دران نہ زبانی و تو ئی نام و نشان نہ

در تحقیقِ مشاہدہ و رویت سخن گفتن

خبر داران اسرارِ حقیقت بچشم و دل گرفتارِ حقیقت
چنیں گویند کانواعِ تجلّی ز صبحِ کشف تا شامِ تدلّی
بہ وجہی در سہ قسم آمد مقرر بہ ہر قسمش جہان[1] نور مضمر
یکی در صورتِ مخلوق ظاہر ز فوقِ عرش تا حدِ عناصر
مفیدِ نیست این قسم از سعادت نہ در صحرائی غیب و نی شہادت

---

(۱) جہانی گشت مضمر

چو در صورت بود گر در مثال است | علی التحقیق این قسم اتصال است
همان در کسوتِ نورِ مثالی | ز رنگ و تیرو اشکال خالی
تجلّی صورتست از ریب شک دور | تعالی الله زہے نورٌ علیٰ نور
کُلی مرئی چه ظلمانی چه نوری است | چه حسّی چه مثالی جمله صوری است
کسی زین جلوه بالا تر نه بیند | برون زین قسم چشم سر نه بیند
شب معراج چون سلطان گزیده | خلاف آمد که دیده یا ندیده
محقق آنکه در تحقیق این راز | به نا دیدن کند قانون خود ساز
که ذاتِ حق بغایت ناپدید است | بجز چشم یقین اورا که دید است
ظهور ذاتِ حق در قلبِ انور | بود چون جرم خور در چشمۀ خور
اگر چه جرم خور دیدن نیاری | وجودش لیک پوشیدن ندا[1]ری
تجلی بی گمان نسبت بذات است | شهودش در پسِ نورِ صفات است
همان در پردۀ انوارِ اسما | مشاهد نیست جز قلب شناسا
ولی در آخرت سلطان مختار | بچشم سر دهد و علی درین کار
فتدو ز وطن تبلی السرائر | بر وی روز انوار ضمائر
به جنّت آفتاب و ماه نبود | بجز زخسار جان آگاه نبود
مرا بالجمله تحقیق آنچنان است | که دیدار از خواصِ آن جهان است
اگر عارف بهنگام عبارت | بدیدار و بدیدن کرد اشارت

---

(۱) نیاری

عبارت از شہودِ صوری است آن　　پیٔ تسکین دردِ دوری است آن

در بیانِ تجلّیٔ معنوی و فنا در وحدتِ صرف

چو از صورت برآید سالکِ راہ　　بجان مشتاقِ قُربِ لِی مَعَ اللہ
نخستش[1] جلوۂ معنی ربا ید　　در از ذواق و معارف بہرہ یابد
ببیند[2] دوست را در کسوتِ علم　　شود مستہلک اندر سطوتِ علم
در استہلاک چون از خود برآید　　شہودِ بیخودانہ رُخ نماید
فنا در وحدتِ صرفش دہد دست　　کشیدہ جام و از ساقی شدہ مست
خوش آن مے کہ افگند پردہ ز کارم　　برون از پردہ بنماید نگارم
دل از جام و صراحی سرد گشتہ　　ز خود و ز گرمیٔ مجلس گذشتہ
بلا انگیز سروی مجلس آرائی　　بہ یکتائی و مغیار[3]ی زدہ رائی
ز ننگِ خود پرستی چند رستہ　　نقاب افگندہ و تنہا نشستہ

---

(۱) بجنبش جادۂ معنی ربا ید (۲) ببنید دوست را در کسوتِ علم،
(۳) بہ مغروری یا غیوری

دربیانِ فنا و بقا و تجلّیٔ ذاتی

روندہ چون ازین کشور برآید
دلش درکسوتِ دیگر درآید

فنائی لم یکن دادہ شکستش
بقائی لم یزل بگرفتہ دستش

تجلّی خواہ سرمست و قوی دل
بذاتِ[1] آئینہ افتد مقابل

مقابل لیکن از نسبت مبرّا
بہ پندار تقابل گشتہ یکتا

شود نورِ یقیں مستِ نظارہ
دل و چشم و خیال افتد کنارہ

یقینی تا حدِ حق الیقینش
یقینی مقصد و معراجِ دینش

یقینی اسم المومن نقابش
ز ہر وہم و گمان بیرون حجابش

یقینی اصل دیدِ آن جہانی
یقینی نیز گردِ لامکانی

درین موطن مجالِ آگہی نیست
مشاعر[2] را درین خلوت رہی نیست

کہ برہانِ وجودش ہم وجودش
شہودش را دلیلی ہم شہودش

---

(۱) بذات کو ئینہ اش افتد مقابل (۲) مشاہد۔

در بیانِ تجلّیٔ ذاتی و تجلّیٔ معنوی و تجلّی صوری و علمِ حضوری

حضورِ ذات اگر در خلوتِ جان — بود بی پرده کشفِ ذاتی است آن
دگر علمی بود علمِ حضوری است — ولی در پرده کان امرِ ضروری است
دگر علمِ حصولی شد منامش — تجلّی معنوی دانند نامش
دگر در صورتِ مرئی کند روی — تجلّی صوریش خوانند سخن گوی

دو جا لیکن ظهورِ این جمال است
یکی در حسن و دیگر در مثال است

در بیانِ علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین

دلم دوشینه در فکرِ یقین بود — در اطوارِ ظهورش تیز بین بود
که یا رب شاهدِ عین الیقین چیست — دران عین الیقین مقصود بین کیست
چو رفت از خود دلِ خلوت نشینش — که دارد دولتِ حق الیقینش
چه معنی دارد از خود درگذشتن — صفاتِ دوست را آئینه گشتن (۱)
برون از علم بینائی کدام است — دگر علم است عین و حق چه نام است
صحیح است آنکه از خوانِ سعادت — دهند اوّل مرادِ آنکه ارادت
یقین گر نفسِ اذعان دقبول است — دمِ عین الیقین آن خود فضول است

---

(۱) گفتن

شد از نورِ یقین تحقیقِ این راز | که امین نورِ نورِ عرش پرواز
چو آن نور است نورِ حق تعالیٰ | ز اصلِ خود جدائی نبود او را
نخست آن دل که ذوالخلقِ عظیم است | امانت دار آن نورِ قدیم است
به هر دل در خورِ حسنِ عبادت[1] | ظهوری دارد آن عینِ سعادت[2]
تعالی اللہ چہ عالی قدرت است این | بنامِ حق چہ زیبا حکمت است این
چو آن نور از کثافت های دوری | جدا از اصلِ خود گیرد ظهوری
نظر بر علمش افتد نیک و بد را | شود علم الیقین نامش خرد را
چو ادراکِ مرکب بگسلد تار | با دراکِ بسیط افتد سرو کار
بجز عجز از درکِ ادراک است ادراک | کمال است اعترافِ ما عرفناک
ازینجا ما عرفنا هم عرفنا است | عرفنائی که اسمِ بے مسمیٰ است
ازین تجرید ایمان است عریان | ازین رو غیر مخلوق است ایمان
ازین معنی است با حق آرمیدن | قلندر گشتن از ایمان بریدن
چو از وجهی شک آمد در وجودش | مداری نیست چندان بر شهودش
خلیل از سرّ صوری چهل پر افشاند | کتابِ لام حبّ الآفلین خواند
محقق راست اندر پرده رازی | دلش با پردگی دارد نیازی

---

(۱) ارادت (۲) کمالت

درین دم جلوهٔ عین الیقین است ولیکن جلوه بر خلوت نشین است

به اصلِ خود رسید آن نورِ جاوید برهنه از لباس بیم و امید

حضورِ ذات در مرآتِ نور است ازان عین الیقین عینِ(۱) حضور است

چو در علم از مقامِ خود بردن بود ز نسبت های گوناگون(۲) زبون بود

بسی حق ناشناسی می شد آنجا سراسر ناسپاسی می شد آنجا!

چو توحید آمد اسقاطِ اضافت یقین وارست ز آسیبِ کثافت

درین معموره جز حق الیقین چیست بجز حق واقفِ علم الیقین کیست

که در حق الیقین از غیر بر نیست یقین را رتبه زین بیشتر نیست

درین موطن که مطلق کشف این است شو در دانش که علمش(۳) نورِ عین است

محقق شد ازین علمِ مسلّم که وجدان بر طلب آمد مقدم

نهایت درج بوده در بدایت تعالی الله زهی نورِ هدایت

چه خوش گفت آن حکیم کارآگاه چو سائل بالیقین گفتش هو الله

صفاتش در تحقق عینِ ذات است همان ذاتش ز نسبتها صفات است

یقینی کاندرین تحقیق گفتم همان سرمایهٔ تصدیق گفتم

حضورِ ساده اما اهلِ ایقان مدارِ انقیاد و مغزِ ایمان

ز ایمان کرده نابینا کناره مشاهد را ز ایمان نیست چاره

---

(۱) نورِ (۲) دردان بود (۳) مطلق

در تحقیقِ تجلّیات و در کشفِ مراتبِ آن و بیانِ وحدتِ صرف

دگر رہ(۱) در دل آید کای سخندان — چراغ از نورِ تحقیقت(۲) فروزان

یقینِ کشفِ صوری از چه بابست — چه جای(۳) انوارِ معنی در حساب است

فروزان خاطرِ فرخنده دیدار — بجوش آمد(۴) چو دریای گهردار

که در هر جا جداگانه حضوری است — ز اطوارِ یقین هر سو ظهوری است

مقیّد چون همه وهم و خیال است — یقینِ مطلق اندر وی محال است

حضورِ ذاتی از صورت بجویند — از آن(۵) عین الیقینِ اسما بگویند

یقینِ معنوی هم مثلِ صوری است — درین رہ کشفِ این معنی ضروری است

اگر خواهی شود مکشوف این راز — حجابِ هستی از جانب(۶) برانداز

وگر خواهی بگیر(۷) در دو این دم — برون از پرده شو والله اعلم

بذکر دوست گویا کن زبان را — بکش کُحلِ حضوری چشمِ جان را

حلاوت ذکرِ آن از یاد در آید(۸) — بوجدانِ مجرّد جا گذارد

نسیمِ ذکر با وجدانِ مذکور — کند گر دخواطر از نظر دور

حضورِ ساده رخشانست اینجا — توجّه عینِ وجدان است اینجا

---

(۱) دگر ره در رہ دل ای سخندان (۲) حقیقت (۳) چه انوار معنی در خیال است (۴) آید (۵) آنجا، نجا
(۷) بگیر (۸) در آرد

در آید چون باستیلاء توجہ — شود چون ذکر ناپیدا توجہ
دل از خورشید وحدت نور گیرد — وجود نفس جملگی مذکور گیرد
در نفس از نزد[1] خود علمی دہد دوست — چہ گویم اللہ اللہ کان چہ نیکوست
درین رہ ہر کہ انوار خدا یافت — بہ تحقیق انتہا در ابتدا یافت
برون از صورت و معنی نگار[2] است — مجرد از تماشا انتظار[3] است
تماشا کن نگار عالم افروز — بیا بین انتظار آدمی سوز
سعادت بخشش ایمان محقق — اگر علمست ور عین است در حق
بہ آسانی درین رہ میتوان دید — زہی[4] سرگشتہ بخت آنکس کہ نشنید
طریق مستدیر است اینکہ گفتم — بہ یکتائی مشیر است اینکہ گفتم
ز خود بیرون مرو کز تو جدا نیست — خودی بگذار کین خود آشنا نیست

شمردم انچہ می باید شمردن
تو دانی و قبول راہ بردن

---

(۱) نور خود (۲) نگار لیست (۳) انتظار لیست (۴) زہی برگشتہ بخت آنکس کہ نشنید

سلسلۂ پیرانِ طریقت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ز صدیق و ز سلمان و ز قاسم — چو صادق یافت ملکِ سینه معمور
بدان معنی که آبائی کرامش — ذخیره داشت شد نوری علی نور
دو اسپه راند صادق سوی بسطام — ولیک از چشمِ هر بیننده مستور
همان عشوه بملکِ خرقان برد — لباسِ شیروان پوشیده طیفور
چو شاهِ خرقان مسندنشین شد — بطوس انگند بانگ دورشو دور
یکی طوسی نثارافشان برآمد — دران گنجینه شد ناگاه گنجور
ز گنجوری بسلطانی درآمد — ز شاهِ گورگان آورده منشور
ولیعهدِ فریدون بود و جمشید — چراغِ قیصر و خاقان و فغفور
ز فرزندانِ آن مصرِ ولایت — عزیزی در همه دانست مشهور
امامِ وقت ابویعقوب یوسف — حجابِ آفتاب و غیرتِ حورا
عزیزِ مصر را دُرّی خلف شد — که خضرش در صدف بود است مستور
نقابِ نیستی افگند در سر — عروسی را که پیدا است منصور
کنون خلوت کده سلطانِ دین است — زمینِ غجدوان آن منبعِ نور
چو شاهِ نقشبند افراشت رایت — فگند از کف قلم مانی و شاپور
بر بی نقشی نشانِ خویش گم کرد — غبارِ چشمِ بد افشانده از دور

جُنید و بایزید آورده یک جائی | به نسبت جذبه را بنشانده از شور
برآمد ساقیِ ناگاه سرمست | زبان بکشاد موسیٰ وار بر طور
امانت دار او یعقوبِ چرخی | که کم بود پیش نقش غیر محظور
فرو رفتند در نیلِ جلالش | فراعینِ هوا مغلوب و مقهور
گرامی خواجهٔ احرار از وی | خراباتِ جهان شد بیتِ معمور
وجودِ خواجه وانفاس پاکش | نموداری ز اسرافیل و ناقور
چو عرشِ فیض و فردوسِ بقا بود | هم آنجا ختم شد این سعیِ مشکور

ساقی نامه

طبعی که سخنوری گزیند | در پردهٔ صبر کئے نشیند
در گوشِ دلم فسانه گفت | مجنونِ فسرده را برآشفت
یعنی چه مقامِ حیرت است این | هنگامِ طلب خموش منشین
چون قصهٔ جام و باده آمد | میدانِ جنون کشاده آمد
در دامنِ ساقی خود آویز | دیوانگی نما و برخیز
ساقی قدحی که هوشیارم | زین هشیاری بسے فگارم
این کاسه که بر سرم نگون است | جامی است اگرچه غرقِ خون است
در خم میش بیفگن از دست | تا خود بمرادِ دل شود مست
مجنونِ تو یک پیاله خواهد | زان بادهٔ دیرساله خواهد

من پیرِ کہن گدای جامم ۔۔۔ زان جرعۂ کہنہ دُرد(۱) بکامم

آن جرعہ چو در سرم زند جوش ۔۔۔ دنیای کہن شود فراموش

عقلم چو صحیفہ اش کند طے ۔۔۔ در جرعہ عدم(۲) چو بوئی در مے

چون جرعہ ز مے برہنہ ماند ۔۔۔ گر در خمِ مے رود تواند

اکنون پے جرعہ گر شتابی ۔۔۔ نہ جرعہ نہ بوئی جرعہ یابی

این میکدہ جملہ جانِ پاک است ۔۔۔ دین بادہ و خم نہ زاب و خاک است

ساقی ہمہ خونِ من فشردہ است ۔۔۔ آن جان کہ شنودہ بود مردہ است

بر من دو سہ قطرہ مے فرو ریز ۔۔۔ امروز قیامتے برانگیز

روحی کہ شود دراد فراہم ۔۔۔ نہ حشر شناسد و نہ آدم

این صوتِ(۳) تو عرش آشیان(۴) است ۔۔۔ اسرارِ عجب درو نہان است

نہ بارِ کفن نہ قیدِ رفتار ۔۔۔ اوّل قدمش مقامِ دیدار

ایمان برہنہ بادۂ تو ۔۔۔ فردوس دلِ کشادۂ تو

دوزخ صفتی کہ از تو دور است ۔۔۔ سبحان اللہ عجب(۵) صبور است

من گرچہ آتشین دماغم ۔۔۔ از نکہتِ تو شگفتہ باغم

ای زاہدِ خام طبع بیکار ۔۔۔ خود را گروِ دو جرعہ می دار!

---

(۱) دِہ بکامم (۲) رم (۳) صوو (۴) آستان (۵) عجیب صور است

وز پای(۱) طبیعتِ خرامت   یک قطرهٔ دُرد نے تمامت
کامروز جز این هوس ندارم   کاندر رهِ باده جان سپارم
دستی که ز باده دور باشد   در خاک سیه چرا نه باشد
ساقی به دلِ کشادهٔ تو   سوگند بجام و بادهٔ تو
مجنون که ز هجر بود سرمست   لیلیٰ گفتے و رفتے از دست
من نیز دمے بر آورم سرد   زان شیفته کم نیم درین درد
معشوقه بچند نام گویم   ساقی و شراب و جام گویم
در ذکرش اگرچه بیقرارم   عمریست ز دست رفته کارم
من ذوقِ سخن چنان ندارم   آن کالبدم که جان ندارم
دارم بخیال مے سروکار   می گویم و بے خبر ز گفتار
من بیهده در کدام حالم   از گفتِ من است و از خیالم
وقت است که این جهان و این گفت   بالنفس و وصال او شود جُفت
قوسینِ کمان چون نه بینم   برخیزم و گوشهٔ نشینم
هان شحنه و محتسب بمیرید   از مستِ چنین خبر نه گیرید
ساقی من ازین حیات سیرم   بنمائی کرشمه تا بمیرم

---

(۱) در پای طبیعت خرام است   یک قطره ز دُردِ مے تمام است

از خلقتِ این دوستِ نابود | دانم که لیعبُدُ واست مقصود

در زنده سری فگندگی نیست | جز خواری مرگ بندگی نیست

مستی که بپای خم شده ست | زاهد شده مستِ(۱) چند لبست

ساقی برسان شرابِ نابی | من جمله شبم تو آفتابی

در کسوتِ باده روز خواهم | آن پرتوِ دلفروز خواهم

عقل این سخنم نمی پذیرد | کز روز شبی چه بهره گیرد

من بوی تو در دماغ دارم | از عقل کنون فراغ دارم

روحم بطفیلِ نکهتِ راح | آمد چو صباح رفت مصباح

روز است مرا و بختِ بیدار | گر شب برود برو چه در کار

این نقد ز دست داده اولی | این بار ز سر نهاده(۲) اولی!

چون(۳) حرفِ زنم چه طاقتِ من | چون دوست رسد چه جای دشمن

او رونقِ دین و جانِ هستی | دیگر همه گو که خود پرستی!

اینک من ازین کمند گذشتم | ای آئینهٔ فتنهٔ تو گشتم

لیکن نه چنانکه روی بینم | تا پیشِ تو لحظهٔ نشینم

چشمِ بد و نیک از میان دور | خود مانی و آن تموّجِ نور

زین پیش به خطهٔ بخارا | بودی چو حباب آشکارا

آئینهٔ ارجمند ـــ بود | نه نقش نه نقشبندے بود

---

(۱) دست از جان شست (۲) فتاده (۳) چون او آید

امروز درین خرابه بنشین این مشتِ خیال را فرو چین

اینجا تنم ارچه اوفتاد است جانم بهمان زمین فتاد است

دارم بهمان زمین سروکار من نیز بکاریم به رفتار

ساقی مئی نقشبند پیش آر من صیدِ توام کمند پیش آر

هرچند کمندِ عنبرین بوئی آن نیست که آورد کمین روئی

آهوئی ختن شکار دارد بر لاشه خرے چه کار دارد

عطار که نقشبندِ ثانیست در حلقهٔ آن کمندِ فانیست

آن رشته که پارسا لقب بود در پیچش آن کمند آسود

آن خواجهٔ بندگانِ آزاد سر در خمِ آن کمند بنهاد

من چون هوسِ چنین نیارم من خود سگِ آن سه یارِ غارم

در کانِ نمک سگ ار نشیند خود را بجز از نمک نه بیند

خوش آنکه سہ یار چار گردد قصرِ ادب استوار گردد

خشتے گردم که این نکو قصر آید بکمالِ خود درین عصر

یک جام ازان مئے که دارد از من به تمام سر بر آرد

بزمی که در آن[۱] زلالِ نوشان خوانندم ختمِ مے فروشان

---

(۱) در بزم که زلالِ نوشان۔

شرطِ طلب است امید بستن / نومید نمی توان نشستن
امیدِ سری بکار دارد / عکسی ز جمالِ یار دارد
امروز درین رباطِ فانی! / دارم بامید زندگانی!
شمعی که درین سیاه خانست / امیدِ وصالِ آن یگانست
روزم بامیدِ او سفید است / جان در بدنم همین امید است
باشد که برون ز جستجو یم / بخشند دو چند آرزو یم
گفتم سخنی ز کامرانی / ای ارحم راحمین تو دانی
در دیده کشم قبولِ خود را / خاکِ قدمِ رسولِ خود را
ای خاکِ مدینه در کجائی / در دیدهٔ من چرا نیائی
ای مردمِ چشم دوربینان / وی چشم و چراغِ نوربینان
دریاب غم آشیانه دارد / بنواز سیاه خانه دارد
سوزنده غمِ کهن تلف به / این چتر سیاه را شرف ده
ای نورِ دلِ چهار عنصر! / ای خوش صدفی درون هر دُر
ای دُرِّ تو تاج آفرینش / سرچشمهٔ مرغزارِ بینش
ای نورِ تو چون فلک هویدا / نعم البدلِ زمینِ بطحا
ای حجلهٔ خوابگاه مقصود / فردوس به درگهت جبین سود
ای از تو زمین بدین خرابی / دیده شرفِ ابو ترابی

ای آمده نورِ آسمانی   حاصل شده سرِّ لامکانی
سبحان الله چه نسبتِ خاک   با سرِّ لما خلقتُ الافلاک
او سرِّ کمالِ مصطفیٰ بود   با این کُره(۱) نسبتش کجا بود
من حاصلِ این خطاب گویم   مضمونِ ابو تراب گویم
خاک اند جماعتی که مردند   هستی بخدای خود سپردند
از سطوتِ نور در شکسته   وز آبِ بقا فرو نشسته
کردی نه به پشت پای ز ایشان   در(۲)ِ کف پای خود چه امکان
سرحلقهٔ خاکیان علیؓ بود   سرسلسلهٔ جهان علیؓ بود
زان بحر دو نهر بند بکشود   یکسو حسنؒ و حبیبؒ و داودؒ
معروفؒ و سریؒ جنیدِؒ بغداد   کردی طرقِ کثیره بکشاد
یک سوی دگر لطیفهٔ پاک   مستور بزیر پردهٔ خاک
سبطینِ رسول و زینِ عبّاد   پس باقرؓ و صادقِؓ نکو زاد
این سلسله از طلای ناب است   وین خانه تمام آفتاب است
القصه ابوتراب این است   تفسیرِ اشارت این چنین است
هرچند غرض درین کرامت   افتاده ز راهِ استقامت
لیکن سررشتهٔ بجا بود   عشقم بجمالِ مصطفیٰ بود
گر خاکِ مدینه می شنودم   در راهِ نیازِ خواجه بودم

---

(۱) با دیگران نسبتش کجا بود (۲) گردِ

در مدحت حاملان رازش — گفتم همه بود در نیازش
ای خواجهٔ بارگاه سرمد — سرحلقهٔ انبیا محمد
ده ده چه زبان پاک دارم — این راه چگونه می سپارم
این تنگ بساط در نوردم — هم گرد زبان خود بگردم
گویم شرو سرورِ من است این — مداح پیمبرِ من است این
سبحان الله بلند ذاتست — حمالِ حروفِ عالیاتست

تاریخِ تولد برخوردار خواجه عبیدالله و برخوردار خواجه محمد عبدالله که در یک سال ۱۰۱۰ھ متولد شدند سلمہا اللہ تعالےٰ

در باغِ طراوتِ جوانی — بی برگ گذشت زندگانی
هرگز نه شمیده بوی فرزند — بودم سروی بسایه خورسند
آخر به برے امید بستم — افتاد ترنجکے[1] بدستم
طبعم غزلِ نشاط می گفت — دیدم[2] که بهارِ باغ بشگفت
تاریخ شناس تیزبین مرد — "بشگفت بهار" در خط آورد
زان های دو چشمهٔ بهارم — نمود دو دُرِّ شاهوارم
یعنی که همان دو نورِ باهر — در یک تاریخ گشته ظاهر

(۱) شگوفهٔ بدستم (۲) دیدم ناگه بهار بشگفت

بالید پس از مرورِ ایّام — در بارِ درخت شد دو بادام

ما بینِ ظہورِ آن دو گوہر — بگذشتہ چہار ماه و اکثر

آن(۱) گشتہ درین نغرا بہ منزل — روزِ یکم از ربیع الاوّل

بود آخرِ عصر کان یگانہ ! — افتاد درین سیاه خانہ

خور(۲)شید گزید خوابگاہش — کا نیک شب و روشنیٔ ماہش

انگشت ہلال در دہن بود — کاین شعلہ غریب خور شکن بود

زین سقف دریچہ ہا کشادند — نظارگیان در ایستادند

خور تیز بشرق شد گریزان — کاید بہ پناہِ صبح خیزان

وین(۳) طرفہ نشاطِ خاطر افروز — شد دامنِ شب چو چہرهٔ(۴) روز

قطب از طرفی نفس بر آورد — کا نیک بتو می سپارم این برد

اندر ملکوت غلغل افتاد — کاسلام بشکلِ آدمی زاد

گفتند کہ تہنیت رسانیم — ایمانِ محمدیش خوانیم

در خانۂ کمترین غلامے — شد بندگیٔ(۵) بزرگ نامے

این نامِ نجستہ و ملک زاد — انشاء اللہ شفیعِ من باد

بر درگہِ خواجہ ام رساند — گوید ز من آن سخن کہ داند

گوید کہ ز سرّ کارم آگاه — او مفلس و من خزینۂ شاه

---

(۱) آن کرده (۲) خورشید (۳) زین (۴) بہره اندوز (۵) شد بنده یکی بزرگ نامے۔

کارش همه گردِ من تپیدن / اُنسش بخیالم آرمیدن
من بودم و نقد خانهٔ او / سرگرمیِ آستانهٔ او
بیچاره قلندری تهی دست / می بود خزینه دار پیوست
چون باغِ طبیعتش برآورد / در میوهٔ جمالِ من اثر کرد
جسم(۱) فلکی شناخت زادش / زان روئ یمن لقب نهادش
القصه دران گذشتنِ روز / آمد بزمین چو بادِ نوروز
کردند موذنانِ اسلام / تکبیر و اذان بگوشش اعلام
تا فطرتِ او ثبات یابد / دینِ الہین بر نتابد(۲)
برخیز ہلا موذنِ غیب / در گوشِ من آر بانگِ لاریب
این حسنه پیسے نیاز مند است / یک اشهد از لبت پسند است
گر بکیدم الله از تو گیرم / واللہ کہ ہمان زمان بمیرم
یک شعلهٔ نور ده برو زنم / تا خانهٔ ماسوی بسوزم
من(۳) خود به نیاز می سپارم / می میرم و شعله نی گذارم
در خور(۴) انیم از مَنِ سیه روز / خود شعلهٔ خویشتن برافروز
این غمکده باز برده بهتر / این(۵) مرگِ جلی سپرده بهتر

---

(۱) چشم ملکی (۲) بر نتابد (۳) خود را تو بازی سپارم (۴) در خورمیم از منِ سیه روز (۵) این مرگ بے پے سپرده بهتر۔

ای دوست بحقِ دوستداری — خواهانِ توام بجان سپاری
هان از تو قدم بنا نه ماندن — از من سبقِ فراق خواندن
هجرانِ تو وصلِ جاودانی است — در پیش تو مرگ زندگانی است
از مرگ چنین نمی هراسم — این شعبده نیک می شناسم
گر حیّ علی الصلوٰة گوئی — هم خود بصلوٰة من بپوئی
در زیرِ کهن شوَد[1] فراهم — رشکِ همه زندگانِ عالم
من مرده و دوست در نمازم — سبحان الله بخود بنازم
افتاده بصعقهٔ تجلّی — گویم دُهُوَ الّذِی یُصَلِّی
گر دند دو کون مدح خوانم — قَدْ اَفْلَحَ اُمّتی[2] نشانم
ای نفسی[3] وجود بر تراشم — گر زان[4] گهرے شنوده باشم
هان الله گوئی تا بجوشم — اینک چو صدف تمام گوشم
در راهِ الٰہ اگر شوم نیست — حاجت به سماعِ اکبرم نیست
در چشم من آن الف عظیم است — دانم که صراطِ مستقیم است
من یکدمِ سرد تمام دارم — یک رشحه حیات کام دارم
از رشحه کفایت است این کار — چون من بروم چه کم چه بسیار

---

(۱) شوم (۲) آیتی لبشانم (۳) این نقشِ وجود (۴) تکبیرے اگر شنوده باشم۔

چون در نگری غرض تمام است — سررشتهٔ رشحه هم بجام است
گر بحر رسد به تشنه کامے — سیرابیٔ اوست هم به جامے
نی نی غلطم مقام درویش — عالیست ز حرفِ اندک وبیش
دریایٔ ازل لبی شگرف است — سُبحانکَ تُبتُ این چه حرف است
ای لیسَ کَمِثلِہٖ نقابت — سررشتهٔ عقل سدِّ بابت
من خرقهٔ عاقلی دریدم — ایمانِ محمدی گزیدم
از قیدِ تفکّرم چه حاصل — آن خواجه لبس است عقلِ کامل
من بیجدان همه گمانم — تحقیقِ رهِ[1] مبین چه دانم
هر چند که خلق ناشناسا — گویند که عاقل است ودانا
استادم ودانشم کتابم — دانی که من از کدام بابم
طفلم که نخورده شیرِ مادر — افتاده همان بخاک وخون در
نگذشته هنوز پیشِ سلطان — دارم دلکی تمام افغان
گم نامم وکار جمله خام است — بسم الله نام من کدام است
نامی نه کز دمرا بخوانند — نامی که مرا ز من رهانند
نامی که چو در رسد بجایم — او ماند ومن ز خود برآیم

---

(۱) ره چنین چه دانم

اینجا(۱) سرِ عقل خورده در سنگ — هان خامه به اصلِ قصه زن چنگ
تاریخ یکے چو شد نمودار — ہنگامِ تولّدِ دگر آر
افتاده به بحر و بر طلاطم — ماهِ رجب و پگاهِ ششم
چون صبح رسید آخرِ شب — چون روز ز روشنی لبالب
چون ماهِ تمام منشرح صدر — در ظلمتِ شب چو ساعتِ قدر
با نورِ محبتِ خدائی — در آخرِ فقر و بے نوائی
با خود جهتِ کمالِ سرمد — خورشید پئے تهجّد آمد
در عینِ شب آفتاب برخاست — تا صبح(۲) پسین شتاب برخاست
آن(۳) شب درِ معرفت کشودند — تمثالِ طلسمِ خود نمودند
خورشید باحتجاب خود در — کردند ستارگان برون سر
از شعشعهٔ چراغِ بسیار — این عرصهٔ تیره شد نمودار
در دیدهٔ شپّرانِ کم زاد — وحدت پسِ این دو کثرت افتاد
چون سر کشد آفتاب برمن(۴) — افتاده(۵) نه تیره و نه روشن
آن تیره به ظلّ هم فنا گم — روشن به حجابِ(۶) اجتباکم

---

(۱) اینجا سرِ عقل بخورد و سنگ (۲) با صبح (۳) آن را الخ (۴) بر فن
(۵) نه تیره بماند و نه روشن۔ (۶) اختفا گم۔

خور نیز حجابِ نور دارد | در پردہ چنین ظہور دارد!
گر پردہ ز روئی خود کشاید | خود نیز بہ اجتبا(۱) در آید
یا رب کہ طلسمِ خود کشائی | این طفلکی را بہ او نمائی
خود را بہ تمام(۲) خود گذارد | چون نخل ز دانہ سر بر آرد
چندین ہمہ آفتاب رفتند | در بحرِ تو چون حباب رفتند
این قطرہ ہم از شما ر ایشان | در موجِ خودش بکن پریشان
باشد کامم از و بر آید | چون بنیش از تو یادم آید
بس تشنہ و بس خرابم اید وست | در حسرتِ یکدم آبم اید وست
ہر جا کہ ترشحِ تو بینم | در العطش آیم و نشینم
ای بحرِ طلب بکامِ من شو | امروز یکی بجامِ من شو
من جام چہ می کنم گدایم | مشتاقِ نوام دہن کشایم
اکنون دہنم کشانہ بہتر | بحرِ سخن ایستادہ بہتر

زین گفت و شنود حاصلم نیست
حیران و خموش بایدم زیست

---

(۱) اختفاء (۲) نظام

تاریخِ تولد برخوردار خواجہ خورد، اسمہ خواجہ محمد عبداللہ سلمہ اللہ تعالے

گلشکری بو العجبی دست داد
شکرِ ہندی و گلِ ترک زاد

بلکہ ز کشمیر گلِ زعفران — شد شکر آلودۂ ہندوستان
شاخِ گل از باغِ ولایت شناخت — از قدحِ ہند شکر آب یافت
شاخِ نباتی شد ازین طرفہ فن — انبتہ اللہ نباتاً حسن
بلکہ نہالی است برون از جہات — آمدہ در عہدہ این شاہ مات
گرچہ فرد رفتہ درین نیک عہد — بارور است از اثرِ قربِ عہد
آمدہ لبس در غمِ این تیرہ خم — ماہِ رجب بود وصباح ششم
۱۰۱۰ھ

کردہ قلم سالِ ولادت رقم
ہان بشمار انچہ رقم زد قلم

رُباعیات

اے خواجہ درین نامہ لبسی اسرار است
مجموعۂ ما سلسلۃ الاحرار است

(۱)

گویند وجودِ کون کون است حصول — نورے بجز از کون نگردست قبول
واللہ کہ درین پردہ لسان الغیب است — بر طبقِ قواعد است بر وفقِ اصول

(۲)

بشناس کہ کائنات رو در عدم اند — کل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند
وین کون معلق از خیال و وہم است — باقی ہمگی ظہورِ نورِ قدم اند

(۳)

بنگر کہ درون و بیرونش نور — در وے ز عجوبگی بصد نوع ظہور
یا بندۂ انواعِ ظہورش باطن — وان ظاہر در پردۂ وحدت مستور

(۴)

تکوین دو کون را صلا در دادہ — دانی کہ درِ عدم چسان بکشادہ
حادث شدہ نسبتی درون را بیرون — در بیرون عکسِ آن عکوس افتادہ

(۵)

ما صورت و حق آیینه عکس نماست | این است معیتی که حق را باماست

هر صورت در ظهور شرطی دگریست | این نسبت اسباب ازین رو پیداست

(۶)

آن کسب که نسبتش بما گشته عیان | در مذهب اهل حق جز آن هیچ مدان

حق موجود است و فنا در مطلق اوست | وین مثبت خیال جمله وهمست و گمان

(۷)

حادث که نباشد بدو آن پاینده | تاثیر کند بحادث آینده

سبحان الله زهی خیال باطل | این است وجودی عدمش زاینده

(۸)

آنجا که حق است جملگی بی سبب است | از کن فیکون جز این روش بس عجب است

کسبی که وجود او بجز وهمی نیست | نسبت بحق ار کند کسی بی ادب است

(۹)

هر صورت علمیه که هستش گویی | زان هست که بوی اصل از وی بویی

معلوم که اصل هست، وجود علم است | جهل است اگر جز این روش می پویی

(۱۰)

ممکن کہ خرد در حد تمیش بکشاد — در بدو نظر بہ ہستیش فتوی داد

او در رہستی و ہستی اندر وے بود — بیچارہ باشتباہ نامے بنہاد

(۱۱)

از صفائے مے و لطافتِ جام — در ہم آمیخت رنگِ جام و مدام

ہمہ جام است و نیست گوئی مے — یا مدام است نیست گوئی جام

(۱۲)

ایں صورتِ علمیہ کہ در جلوہ گری است — از خال و خطش جمالِ مقصود بری است

ادراک مرکب است و مرآت خود است — در روئے ہمہ تشبیہ بودن از پے بصری است

(۱۳)

در علم دو وجہ است بے شبہ و ریب — یک وجہ بشاہد است یک وجہ بغیب

در وجہ شاہد ہمہ رنگ است و تمیز — در وجہ غیب نہ نشان است و نہ غیب

(۱۴)

ایں علم بسیط بے تمیز است و نشاں — در ساحتِ او راہ نہ این است و نشاں

چوں حاصلِ تا نہ کہ ندارد نہ تواں — تحصیل نمود کیں محال است عیاں

(۱۵)

از حضرتِ ذات بہرۂ استہلاک است — استہلاکے کہ از تصور پاک است
آن معرفت است نامش ادراکِ بسیط — آنجا چہ محلِ دانش و ادراک است

(۱۶)

ادراکِ بسیط موطنِ محو و فنا — ہر جا ہستی است دارد آنجا ماوا
این است تفاوت کہ دریں موطنِ قدس — ظاہر شدہ جفت عروسِ وحدت تنہا

(۱۷)

ہنگامِ شعور ازین مقامِ عالی — ہر چند کہ ہست دستِ دانش خالی
در پردۂ نور یک ظہورے دارد — این است نتیجۂ علومِ حالی!

(۱۸)

لیکن باید کہ نورِ آن باطنِ پاک — ہر لحظہ نیفتد ز مقامِ ادراک
در دیدہ ہمیں کونِ حصولی ماند — تا یافت شود نتیجۂ استہلاک

(۱۹)

یارب چہ کنند کلامی بیچارہ — گر نہ کوئے حقیقت نشود آوارہ
ہستی بکمالِ قرب از و مستور است — کو لذتِ حصول در دلش سیارہ

(۲۰)

خواہی کہ جمالِ غیب در دل یابی — زنہار طلب مکن کہ مشکل یابی!
در ذاتِ خدا الفکر آمد باطل — در فکرِ چنیں مشو کہ باطل یابی

(۲۱)

خواہی حق را بغیر مظہر بینی! — منشیں کہ محالست کہ دیگر بینی
می کوش کہ بے صورت تحقیق را — در مظہر موہوم مصوّر بینی

(۲۲)

حق نقطۂ جوّالہ جہاں دائرہ داں — بے دائرہ آں نقطہ نیاید بمیاں
آں دائرہ صورتِ علومِ نقط است — واں[1] نقطہ کہ جلوہ ہا دراو گشتہ عیاں

(۲۳)

گر نقطۂ جوّالہ بود ذاتِ نقط — واں شکل نمود اعتباراتِ نقط
گردد چو جہاں کہ جملہ مرآتِ حق است — خط نقطۂ و دائرہ مرآتِ نقط

(۲۴)

ہر چند کہ دائرہ ز وہم است و نمود — در نقطۂ عروض دائرہ شد مشہود
گویند کہ در نظارۂ کشف و شہود — اعیاں ہمہ عارض اند معروض وجود

---

(۱) واں نقطہ دراو بجلوہ گشتہ عیاں

(۲۵)

گر نقطۂ جولانگہِ خود آئے در
بیروں کشد از دائرہ و از خط سر
در ظاہر علم گر کج و راست شود
در باطنِ علمش نبود ہیچ اثر

(۲۶)

ہاں تا نکنی غلط کہ از کم دانی
ایں باطن را بروں ز ظاہر دانی
ظاہر بدلے کہ بے خیالِ روحش
ہر چند کنی تخیلش نتوانی

(۲۷)

ہر جا ہستی است گر نبات است و جماد
گنجے ز صفاتِ خود در روح نہاد
ہستی چو بذاتِ خود علیم است و قدیر
از ہست چگونہ علم و قدرت افتاد

(۲۸)

در ہر شکلے کہ رنگِ ہستی پیدا است
روحے است کہ قادر و مرید و دانا است
لیکن ہر یک پے تردد گشتہ
در ظاہر علم ازیں صفتہا یکتا است

(۲۹)

ایں ظاہر بے مثل بسانِ بدن است
واں لیس کمثلہ درو خیمہ زن است
روح است باعتبارِ اطلاقِ وجود
گاہے نفس است گاہ ویسِ قرن است

(۳۰)

حق روح و جہان نفس و آفاق بدن — چون نقطہ کہ در دائرہ دارد مسکن
ظاہر در وے ہمہ صفاتِ نقطہ است — مظہر بگذار چنگ در ظاہر زن!

(۳۱)

ہم بیرنگ است و باز ہم رنگ پذیر — آن لیس کمثلہ سمیع است و بصیر
این سمع و بصر جز این ندارد دگرے[1] — آن جملہ غنی است ماسوی جملہ فقیر

(۳۲)

تنزیہ فقط ز علم سوی او بست — از ملتی و سمع صاحبِ دل عجب است
در ظاہر آیات بسے تشبیہ است — در باطن خود تمام آیات رب ست

(۳۳)

تشبیہی را کہ بوئے تنزیہش نیست — در اکثر تنزلات توجیہش نیست
این نکتہ ز فہر مانِ محشر باید — سہل است و در ذرا گرچہ تشبیہش نیست

(۳۴)

سبحان اللہ[2] زہی خدائے متعال — عالی ز تصور و مبرا ز خیال
از نورِ لطائفش ضمائر مشحون — وز سر سرائیش جہان مالا مال

---

(۱) چیزے (۲) این رباعی باعتبار ترتیبِ "سلسلۃ الاحرار" رباعیِ اول است از سہوِ کتابت در اینجا درج شدہ۔ ۱۲ حیرت کاظمی

(۳۵)

چوں ظاہر علم پردۂ مقصود است   وین مشتِ خیال سر بسر نابود است
از نقش دمے بسوئے بی نقش گریز   وانگاہ نظارہ کن کہ حق ناموجود است

(۳۶)

ہر حسِ تو نہر لیست زانہارِ نقوش   شد ظاہر و باطنِ تو در کارِ نقوش
برخیز و جمالِ نقشبندے بطلب   کاساں شودت شکستِ بازارِ نقوش

(۳۷)

چوں نقش نہادہ رو بہ بے نقش آری   زاں لوحِ وجود نسخۂ یر داری
نورِ بے رنگ ترجمانش گردد   زنہار کہ دل بہ ترجمال نگذاری[1]

(۳۸)

آں بیرنگے چو پرتو انداز شود   بس رازِ نہفتہ راکہ غماز شود
ہر جا نور نیست برکشد جملہ بخود   وانگہ پۓ انکشافِ ہر راز شود

(۳۹)

گویند کہ چوں رسد تنی بکمال   گر دو دو جہاں زترجمان مالامال
چشم از ہمہ سو سرمۂ مازاغ کشد   گوش از ہمہ جانب شنود بانگ تعال

(۱) نسپاری۔

(۴۰)

ممکن ز تنگنائے عدم ناکشیدہ رخت   واجب بجلوہ گاہِ عیاں نانہادہ گام
در حیرتم کہ ایں ہمہ نقشِ غریب چیست   بر لوحِ صورت آمدہ مشہودِ خاص و عام

(۴۱)

ای گشتہ بہر نمونہ بیہودہ گرد   اینست مقام کنت سمعہ بشنو
دل بستہ نمونہ کہ بس بے طرفست   بنشین نادمِ ہر طرف مشو در تگ و دو

(۴۲)

یک لحظہ سرے بجیبِ ہستی در کش   حرفے انا گوئے را خطے بر سر کش
گر مردِ رہی بہ نامرادی خو کن   یعنی کہ بگاہِ نیستی در بر کش

(۴۳)

ایں سکہ کہ من زدم بنامِ فقر است   ویں روشنی از نورِ تمامِ فقر است
برخیز و رہِ خواجۂ احرار بگیر   کاں[۱] راہ ز سرحدِ مقامِ فقر است

(۴۴)

آمد چو رباعی بچہار از عشرات   خامش شدہ خامۂ و دہن بستہ دوات
ما ہم سخنے را کہ بشرحش گفتیم   کردیم تمام بر محمد صلوات

---

(۱) کایں راہ

(۴۵)

اندیشہ چو ازعین خود برد دلبسر | در تفرقہ اش چو اہلِ ظاہر منگر
ہر چند کہ ہست کل یوم فی شان | در ہر شانے ز بے نشان دادہ خبر

(۴۶)

اے خواجہ دریں نامہ لبسے سِرّ ا ست | فہمش ز مقیّدِ خرد دشوار است
از کون و مکاں مقیّد انش فرد اند | مجموعۂ ما سلسلۃ الاحرار است

تمت الرباعیات

مجموعۂ سلسلۃ الاحرار کا قدیم ترین خطی نسخہ بھی جس کا سنہ کتابت ۱۰۰۷ھ ہے۔ علیگڑھ کی آزاد لائبریری کے صدر یار جنگ سیکشن میں ۲۱/۱۰۲ اق پر موجود ہے۔اس نسخہ کی کتابت حضرت خواجہ باقیؒ کی وفات سے تقریباً پانچ سال پہلے ہوئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ خطی نسخہ خود حضرت خواجہ نے تحریر فرمایا ہو لیکن اس قیاس کی تصدیق و توثیق تاحال نہیں ہوئی۔ حیرت کاظمی

متفرقات

از نوای بیرنگ با چندین صُوَر
هم مُشتبه هم منزه خیره سَر

(خواجہ باقیؒ)

اضافہ برروئے نسخ خطی گوالیار و خانقاہ شاہ ابوالخیر رح
و آزاد لائبریری (صدر یار جنگ سیکشن) ۲۱/۸ ق محررہ سنہ ۱۰۱۱ھ

رباعی

بد مستِ من امشب چو مہ آراستہ است
غم ہمچو ھلال لاغر و کاستہ است
ای صبح بروں میا کہ ترکاں مستند
دی شب بنشیں کہ فتنہ برخاستہ است

رباعی

صحرا نشیں ز سیل حذر کن کہ آستیں
تر می کنم بہ گریۂ وافسردہ می روم
آں گلبنم بہ باغِ تو کز یک نسیمِ لطف
نشگفتہ ام ہنوز کہ بتر مردہ می روم

فرد

بغیرِ آنکہ بروزِ سیاہِ خود گرید
دگر ز دیدۂ باقی چہ کار می آید

اضافہ بنا بر زبدۃ المقامات تصنیف خواجہ
محمد ہاشم کشمی صفحہ ۱۲ و ۲۶ مطبوعہ

رباعی

در راہِ خدا جملہ ادب باید بود
تا جاں باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر بہ کامت ریزند
گم باید کرد و خشک لب باید بود

فرد

می گزشتم زِ غم آسودہ کہ ناگہہ زکمیں
عالم آشوب نگاہی سرِ راہم بگرفت

فرد

من از محیطِ محبت نِشاں ہمی دیدم
کہ استخوانِ عزیزاں بہ ساحل اُفتاد است

مرثیہ ابوالوقت حضرت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ العزیز

(از مولانا رُشدی)

دل برگرفت ازین چمن آن تازہ نوبہار / زین غم بخونِ دیدہ نشستم چو لالہ زار
کو غم کہ دادِ خود بستاند ز عیشِ من / تا بیش ازین بچہرہ ببندم بخون نگار
این یکدو روز عمر مداری برین منہ / واین برغلط فریب جہاں دل برین مدار
برحال خویش گریہ کند مرغ این چمن / بر عمرِ خویش خندہ زند کبکِ کوہسار
از ہر طرف قافلہ در نیمہ رہ بماند / ہشدار ہان وہان نظری بر قضا گمار
خوش خوان سرد ہاست درین رہ کہ چون جرس / ہر صبح وشام مرثیہ خوان است روزگار
بر خونِ خلق چرخ دہن باز کردہ است / عبرت بگیر ازین سبعِ آدمی شکار

کان قطبِ نہ فلک بدلِ عرش جا گرفت
خلوت گزید با حق و جامِ بقا گرفت

امشب کہ نالہ بلبلِ خاموش تازہ کرد / آہنگِ گریہ بر منِ مدہوش تازہ کرد
ہر نالہ ماتمی دگر افزود بر دلم / داغی کہ خفتہ بود در آغوش تازہ کرد
جوشِ درون کہ از دمِ سردم فسردہ بود / آتش بسینہ در زد و آن جوش تازہ کرد
شوریدۂ حکایتِ آن رخ نہفتہ گفت / آشفتگی بسینۂ بلانوش تازہ کرد
آن خواجۂ کہ از دلِ غرّامی ہوشمند / آئینِ شرع و قاعدۂ ہوش تازہ کرد

وز بهرِ حلقهای غلامیش مهر و ماه — هر روز ریقهای بناگوش تازه کرد
از پیکِ روزگار بر آمد پیامِ چرخ — بر ما هزار دردِ فراموش تازه کرد

یک ره خبر دهید که آن نوسفر چه دید
بر اوجِ نه سپهر برین آن قمر چه دید

آن هادیٔ زمانه رخ اندر نقاب کرد — زین شیوه خانمانِ جهان را خراب کرد
در عمرِ روزگار ندیدا است کس بخواب — زین صعب تر غمی که دل و دیده آب کرد
در کامِ عیش زهر شکست از فراقِ او — عشرت بجام و شیشه غو خونِ ناب کرد
خود وصل برگزید و بیاران فراق داد — خود باده بخورد دلِ ما کباب کرد
هر کس که ناله هاجگرِ ریشِ ما شنید — شب را تمام روزِ قیامت حساب کرد
بیدار باد دیدهٔ عبرت گزین هوش — کآن بختِ ارجمندِ جهان عزمِ خواب کرد

خون شد دلِ سپهر ز بسیار خفتنش
در زیرِ خاک با دلِ بیدار خفتنش

دامان کشیده سرو ازین بوستان چراست — آن گلبنِ شگفتهٔ رعنا نهان چراست
پیمانهٔ مرادِ حریفان نکرده پر — آن ساقیٔ شرابِ بقا سرگران چراست
پژمرده گشت غنچهٔ امید بی رخش — افسرده خاطر از چمن آن باغبان چراست
آن مایهٔ جمالِ جهان گر سفر نکرد — افسرده رنگ و در دلق روی جهان چراست
آن نوبهارِ تازه اگر رخ نهفته است — گلها جگر فگار ز دستِ خزان چراست

از هفت بام چرخ اگر سنگِ غم نریخت — بر پشتِ جانم این همه کوهِ گران چراست

آن آفتابِ برجِ هدایت اگر نخفت — این تیرگی روی زمین و زمان چراست

آن گنج شائگان که نخفت است زیرِ خاک

از مخلصان نیازبدان آستانِ پاک

گویند خضرِ وقت و مسیحِ زمانه مرد — خورشیدِ نورگسترِ این هفت خانه مرد

پوشید چشم یکسره و شد زندهٔ آبد — معشوقِ دهر بود ولی عاشقانه مرد

الا محبتش بتوسم جمله مرده باد — چون آن سرِ دو هفته و فردِ یگانه مرد

رنگِ رخم شکسته بر آمد ز جامِ دل — خون در رگ ترانهٔ چنگ و چغانه مرد

رشدی از آن نفس که رخِ خود نهفت دوست — سازِ طرب شکست و نوای ترانه مرد

بر حکمِ دهر و دیدهٔ کوتاه بین مگوی — کان روح بخشِ زندگی جاودانه مرد

چون نوعروسِ وصل در آغوش برگرفت

از بس ملال دلش لبِ خاموش برگرفت

آوخ که شهسوارِ زمین و زمن نماند — گلدسته‌ای که بود بدستِ چمن نماند!

یعقوب دار دیده بکوری سپرده به — چون در زمانه یوسفِ گل پیرهن نماند

آشفته گشت خاطرِ مجروحم آنچنان — کز جوشِ گریه هیچ دماغِ سخن نماند

دل شاد بلبلی که بجز جهد ترانه نداشت — آن گل چو رخ نهفت زبان در دهن نماند

شد برگ ریز لاله و گل از خزانِ دهر — در گلشنِ نشاط لبِ نغمه زن نماند

دهر از فراق چون شب دیجور تیره شد | کآن شمع بزم قدس درین انجمن نماند
آن نور قدس روشنی از دیده برگرفت | خورشید گو ممان چو شهنشاه من نماند

دل خون کن زمانه غم خواجه باقی است
جانکاه عاقبت الم خواجه باقی است

از حق هزار مکرمت و آفرین برد | شد ختم سرفرازی دنیا و دین برد
چون ما در زمانه ندارد چو او پسر | زان است گریه های زمان و زمین برد
بر بام خود کشید پی فخر چون مسیح | دل بسته بود چون فلک چارمین برد
دانستم آنکه بود چو من عاشق رخش | کز بام ریخت زهره گل یاسمین برد
بلبل نهفت در غزلش خنجر و سنان | گل چاک کرد پیرهن نازنین برد
دلها بخاک او چو مگس بر شکر گرد | صد حسرت است در جگر انگبین برد
بر قدر درد او نتوانیم گریه کرد | گر بیند تا بحشر شهور و سنین برد

آه این چه ماتم است که خون جگر بسوخت
هر لحظه ام بدرد و غم تازه تر بسوخت

قطعہ تاریخ وفات فانی فی اللہ حضرت خواجہ باقی باللہ

خواجہ باقی آن امامِ اولیا
عارفِ باللہ اسرارِ نہفت
نکہتِ بُستانِ سروِ انبیا
از نہالِ جعفری خوش گل شگفت
چونکہ بُد مشرب فنا اندر بقا
محوِ حق گشتہ ز اسرارِ صفت
رخت بستہ زیں سرائے بے بقا
چوں ندائی ارجعی از حق شنفت
سال تاریخ وصالش خسروی
فی البدیہہ نقشبند وقت گفت (۱)
۱۰ ھ ۱۲

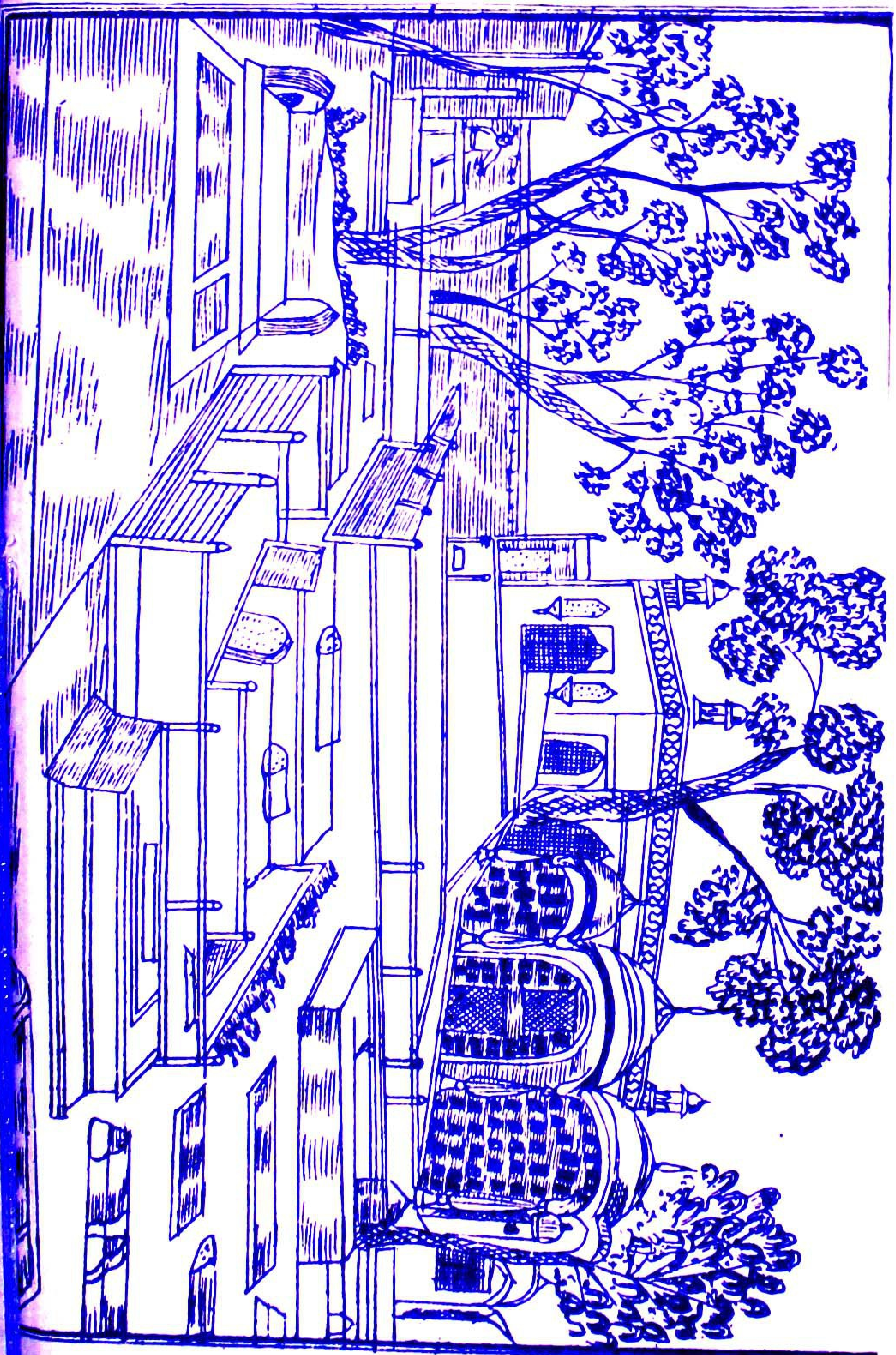
(۱) یہ قطعہ تاریخ بھی آثار الصنادید سے منقول ہے۔ حیرت کاظمی

قصیدہ مشتمل بر تاریخ وفات

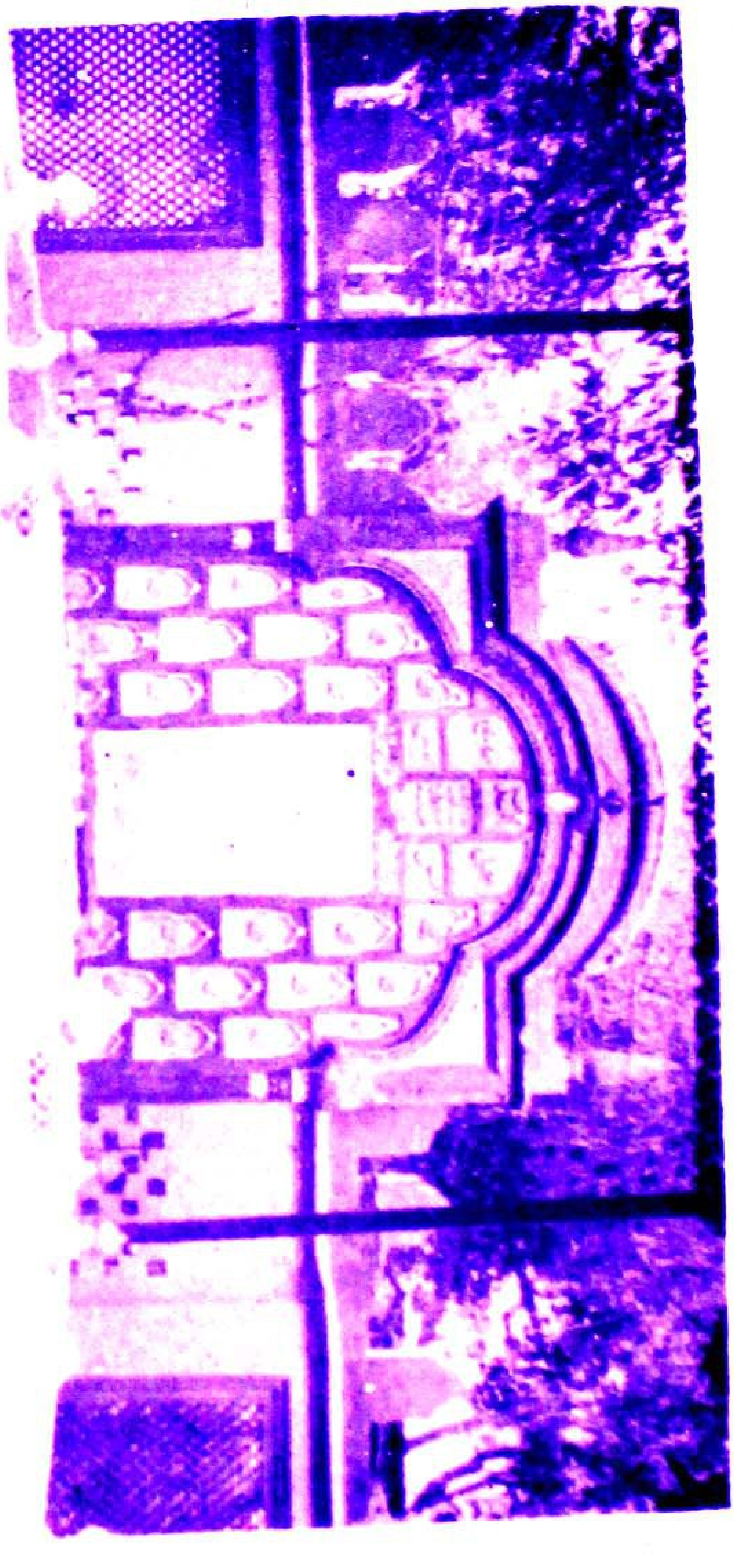
قبلۂ (۱) اربابِ معنی کعبۂ اصحابِ دیں	مظہرِ فیضِ الٰہی صاحبِ علم الیقین
حامئ دینِ نبی۔ اکمل امام المتقین	موردِ فضلِ گرامی آلِ (۲) ختم المرسلین
کاشفِ اسرارِ مطلق واقفِ علم الیقین	محوِ ذاتِ اقدسش باللہ باقی بالیقین
غوثِ اعظم عروۃ الوثقیٰ ز ربّ العالمین	قطبِ ارشادِ جہاں ہم معنیٔ حق الیقین
کاملِ عالی طریقہ ہدئ راہِ متقین	بحرِ عرفانِ الٰہی مقتدائے عارفین
راضی و مرضیٔ حق بر ذاتِ شانِ اُدتین	ایں کرامت ہست از محبوبِ ربّ العالمین
نور چوں بر جبینش تافت از حق المبین	شد زمینِ نیتش روشن قلوب المومنین
کے توانم گفت مدح آن خلاصۂ واصلین	ہست ذاتِ خواجہ باقی مرحمۃ للعالمین
خواجگیٔ امکنہ شد مرشدِ آن شاہِ دین	لیک مشربِ اوّلین و ہم بہارِ آخرین
چون کمالش وصل دائم بود معنی دلنشین	شد وصالِ غیب وآخر بعمرِ اربعین
داں ز ہجرت بعدِ الفِ اثنا عشر بودہ سنین	از وفاتِ قطبِ دوران تکیہ گاہِ مسلمین
ہر کہ آید بر مزارش از سرِ صدق و یقین	حاجتش گردد روا ہم مقصدِ دنیا و دین
عاجز و عاصی بدرگاہش ہمی عاید حسین	تا بیابد نظرِ رحمت ہم نجاتِ یومِ دین
باد نازل رحمتِ رضوانِ ربّ العالمین	بر محمد خواجہ باقیؒ زاولیائے مقبلین

(۱) یہ قصیدہ تاحال حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لوحِ مزار پر ثبت ہے اور سید احمد خاں نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں بھی اسے نقل کیا ہے (۲) آپ کی والدہ ماجدہ سادات سے تھیں اسلئے آلِ ختم المرسلین کہا۔

نقشہ قدیم درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز



نقشہ جدید درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ نور اللہ مرقدہٗ



شاملِ عرفانیاتِ باقیؒ